www.urducouncil.nic.in

جولائی 2019 ، قیمت :-/10₹

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اُردو دُنیا

دہلی

Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے ،اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

بچوں کی دنیا

جلد:7 شمارہ:07 جولائی 2019

مدیر : ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

نائب مدیر : ڈاکٹر عبدالحی

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارتِ ترقی انسانی وسائل۔ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی -110025
فون:49539000
شعبہ ادارت:49539009-11

ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in

ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10روپے، سالانہ/100روپے

■ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی - 110066
فون:26109746

ای میل:sales@ncpul.in
ncpulsaleunit@gmail.com

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد-500002
فون:040-24415194

اس شمارے میں

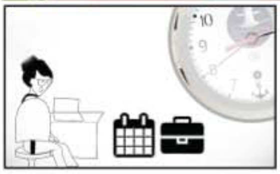

مدیر کا خط	آپس کی باتیں		04
بڑوں کی باتیں	ڈاک خانہ		05
مضامین	وقت : زندگی کا بیش قیمتی سرمایہ	رئیس صدیقی	06
	کیڑوں کی دنیا	عبدالودود انصاری	08
نظمیں	بچے کتنے اچھے	عزیز انصاری	14
	ہندوستان	انجینئر محمد عادل فراز	15
مضامین	چارلس ڈکنز	ڈیل کارنیگی/راسلم کھوکھر	16
	سوپر 30 اور آنند کمار	انور ادیب	19
کھیل اور کھلاڑی	ممبئی انڈینس نے چوتھی مرتبہ...	سید پرویز قیصر	22
نظمیں	بارش آئی	معزالدین ماجد	25
	دن آموں کے	حیدر بیابانی	25
	برسات	جمال اختر	26
	اردو زباں	عباس راہی سرسوی	27
کہانیاں	انوکھا سبق	رؤف صادق	28
	مغرور سانپ اور نیکو کچھوا	طہٰ نسیم	32
	امی فاختہ	عادل حیات	35
عظیم شخصیات	روشن دان	مشتاق اعظمی	38
باتصویر کہانی	انصاف	محسن خان	41
قسط وار ناول	بے زبان ساتھی	وکیل نجیب	46
اردو کا جادو	اردو زبان کا جادو	ادارہ	52
کہکشاں	چمن چمن کے پھول		54
	میری امی جان	فاضلہ الفت	55
	اقوالِ زرّیں	انشرا بی فاروق بیگ	57
	ہنسی کے غبارے		59
ننھے فنکار	ایماندار لکڑہارا	جونیرہ جیلانی	60
	امی	روہت پرشاد	61
	بچوں کی پینٹنگ		62

آپس کی باتیں

دوستو! جولائی کا شمارہ حاضر ہے۔ ماہ جولائی میں چند مخصوص دن ایسے ہیں جنھیں عالمی سطح پر منایا جاتا ہے اور ان دنوں میں مختلف تقریبات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مثلاً عالمی یوم آبادی (11 جولائی)، نیلسن منڈیلا عالمی دن (18 جولائی)، عالمی ہیپاٹائٹس (28 جولائی) وغیرہ منائے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یکم جولائی کو ڈاکٹروں کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ دیگر ممالک میں یہ دن الگ الگ تاریخوں میں منایا جاتا ہے۔ برازیل میں 18 اکتوبر کو، کیوبا میں 3 دسمبر کو، کناڈا میں یکم مئی کو اور امریکہ میں اسے 30 مارچ کو مناتے ہیں۔ آپ سب کے علم میں یہ بات ہوگی کہ ہماری زندگی میں ڈاکٹروں کا بہت بڑا رول ہوتا ہے۔ یہ پیشہ صرف مالی فائدے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اس سے جڑنے کا مطلب خدمت خلق ہوتا ہے۔ اچھے اور قابل ڈاکٹروں کو ہمارے ملک میں بہت عزت اور احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹروں کی وجہ سے کئی بیمار لوگ نئی زندگیاں حاصل کرتے ہیں۔ ان کی کوششوں اور ریسرچ سے کئی امراض کی دوائیں دریافت کی گئیں اور ڈائیریا، طاعون جیسی بیماریوں پر قابو پایا گیا۔ آج ان بیماریوں کو عام بیماریوں کے طور پر دیکھا جاتا ہے کیونکہ اب ان کا علاج بہت آسان ہو چکا ہے۔ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض ڈاکٹر اپنی غلط حرکتوں کے سبب اس پیشے کو بدنام کرتے ہیں، لیکن یہ بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ بہت سے ڈاکٹر اس عظیم پیشے کی اہمیت سمجھتے ہیں اور خدمت خلق کے جذبے کے تحت انسانیت کی بے لوث خدمت کرتے ہیں۔ ڈاکٹروں کے دن کو ہم سب ایسے ہی ڈاکٹروں کی خدمات کے اعتراف کے طور پر مناتے ہیں۔ اس دن ہم میڈیکل ریسرچ اور بیماریوں کے علاج کے لیے کوشش کر رہے تمام اسکالروں کی خدمات کو یاد کرتے ہیں جن کی محنت کی بدولت ہمارے ملک کے طرزِ زندگی اور صحت کے شعبے میں بہتری آرہی ہے۔ ہمارے یہاں یہ دن یکم جولائی کو اس لیے منایا جاتا ہے کہ اس دن مجاہد آزادی اور طبیب بھارت رتن ڈاکٹر بدھان چندر رائے کی پیدائش ہوئی تھی۔ وہ یکم جولائی 1880 کو پیدا ہوئے اور یکم جولائی 1962 کو اس دنیا سے چل بسے۔ وہ ایک مشہور و معروف معالج تھے۔ انھوں نے گاندھی جی کا بھی علاج کیا تھا۔ ڈاکٹر بی سی رائے نے کلکتہ میڈیکل کالج، کیمپبل میڈیکل کالج اور کارمیکل میڈیکل کالج میں بھی تدریسی خدمات انجام دی تھی۔ وہ مجاہد آزادی بھی تھے۔ اپنے طالب علموں سے انھوں نے کہا تھا کہ "بیمار قوم سے آزاد ملک کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے اپنی تعلیم اور خدمات کو سمجھیں اور قوم کی خدمت کریں۔ یعنی ایک صحت مند آزادی حاصل کریں۔" صحت کے میدان میں بے پناہ خدمات کے ساتھ ڈاکٹر بدھان چندر رائے نے سیاست میں بھی اپنا لوہا منوایا۔ انھوں نے مغربی بنگال کے دوسرے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے اہم کارنامے انجام دیے اور مغربی بنگال کی تعمیر و ترقی کے لیے زبردست کوششیں کیں جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ انھوں نے FRCS اور MRCS جیسی ڈگریاں بھی حاصل کی تھیں جو کم لوگ حاصل کر پاتے ہیں۔

11 جولائی کو ساری دنیا عالمی یوم آبادی کے طور پر مناتی ہے۔ دنیا کی آبادی تیزی سے بڑھتی جارہی ہے جس سے زمین پر پینے کے پانی اور دیگر قدرتی وسائل کی کمی ہوتی جارہی ہے۔ یہ دن 11 جولائی 1987 سے منایا جارہا ہے۔ اس دن آبادی کنٹرول کرنے اور دنیا بھر کی آبادی کو بہتر بنانے کے لیے لوگوں میں بیداری پیدا کرنے سے متعلق پروگراموں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں لاکھوں کروڑوں لوگ آج خوراک کی کمی، پینے کے پانی کی کمی اور رہائش کی کمی سے دوچار ہیں۔ جس تیزی سے دنیا کی آبادی بڑھ رہی ہے اس سے آنے والے دنوں میں مزید مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس لیے اس مسئلے پر غور و فکر ضروری ہے۔

'بچوں کی دنیا' کے تازہ شمارے میں جہاں آپ کو نئے نئے موضوعات پر مضامین اور نظمیں ملیں گی وہیں آپ کو کھیل اور کھلاڑی کے تحت حال ہی میں منعقد ہوئے آئی پی ایل پر خصوصی مضمون پڑھنے کو ملے گا۔ اس شمارے سے معروف ناول نگار جناب وکیل نجیب کا ناول شروع کیا جارہا ہے جو یقیناً آپ سب کو پسند آئے گا۔ اب آپ رسالہ پڑھیں اور ہمیں اپنے خطوط ضرور بھیجیں۔ آپ کے تاثرات کا انتظار رہے گا۔

آپ کا

ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

ڈاک خانہ

'بچوں کی دنیا' فروری 2019 بہت جلد ملا۔ ویسے تو اُردو کونسل کے تمام ہی جرائد بہ پابندیٔ وقت باقاعدگی سے ملتے جارہے ہیں جو ایک خوش آئند علامت ہے۔ آپ نے بچوں کے علاوہ سبھی کے لیے وقت کی اہمیت اور بروقت استعمال پر زور دیا ہے جو نہایت قیمتی بات ہے۔ اس ضمن میں اولمپک گیمس کی جو مثال دی گئی ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے اور یقیناً بچوں کے لیے مشعلِ راہ بھی ہے۔ زیرِنظر شمارے میں ص 7 پر مضمون بعنوان 'گفتگو میں برمحل اشعار کا استعمال' اچھا ہے۔ اچھے اشعار یاد رکھنے اور موقعے پر انھیں ادا کرنے سے اچھا اثر پڑتا ہے اور سب محظوظ ہوتے ہیں۔ دیگر مضامین بھی اپنی اپنی جگہ اچھے ہیں۔ ان سے مثبت سبق لیجیے۔ نظمیں تو سبھی اچھی ہیں لیکن ص 17 پر دی گئی نظم 'بچوں کی دنیا' میں ابجد کے اعتبار سے اشعار کا موزوں کرنا ایک انوکھا انداز ہے۔ اس سے بچوں کو نئے آئیڈیاز سوچنے کی ترغیب ملے گی۔ اس شمارے میں دی گئی ساری کہانیاں اچھی ہیں، لیکن ص 32 پر پیش کی گئی کہانی 'نافرمانی کا انجام' ایک سبق آموز کہانی ہے۔ کہکشاں کے تحت ص 53 پر 'ڈاکٹر احمد حسن زویل' پر لکھا گیا سائنسی احوال (Write up) نہایت ہی عمدہ ہے۔ اس سے اُردو طلبہ کو سائنسی کرامات ظاہر کرنے میں مدد ملے گی اور ملک و قوم کا نام روشن ہوگا۔ ص 54 سے ص 62 تک بچوں کی

پینٹنگ کے ذریعے انھیں اچھے مشغلے میں مشغول کیا گیا ہے۔ اس سے بچوں میں فطری صلاحیت اجاگر ہوگی یعنی ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ اتنا پُر بہار ماہنامہ اور ہنسی مذاق کھیل کود میں کامیاب زندگی کی درخشاں تمہید، کیا اتنا کچھ کافی نہیں ہے! اور کیا چاہیے؟

مصطفیٰ ندیم خان غوری، روضہ باغ، اورنگ آباد، مہاراشٹر

اس بار 'بچوں کی دنیا' جنوری اور فروری دونوں شماروں کا مطالعہ ایک ساتھ کیا۔ جنوری کے مہینے میں یوم جمہوریہ کے تعلق سے سبھی تحریریں بہت ہی عمدہ تھیں۔ خاص طور پر یوم جمہوریہ کی پریڈ بہت اچھی لگی۔ لیوٹالسٹائی کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہوا اور فروری کے مہینے میں 'گفتگو میں برمحل اشعار کا استعمال' تو واقعی دل کو چھو گیا جس میں انھوں نے برمحل اشعار کا استعمال کرنا سکھایا ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ بات چیت میں عمدہ اور برمحل اشعار کے استعمال سے گفتگو میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ سبھی مضامین، کہانیاں، نظمیں اور قسط وار ناول بھی عمدہ تھے۔ ننھے فنکار میں آفرا محبوب کی کہانی 'وقت کی اہمیت' اور استوتی اگروال کی 'شریر لڑکا' بہت پسند آئی۔

سحر اسعد، ریوڑی تالاب، وارانسی، یوپی

رئیس صدیقی

وقت: زندگی کا بیش قیمتی سرمایہ!

بلا شبہ، بہت سے لوگوں میں وقت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے۔ بہت سے ملکوں میں وقت ضائع کرنے کا احساس تک باقی نہیں رہا۔شاید یہی وجہ ہے کہ ایسے خطے کے لوگوں کی ترقی کی جو رفتار ہونی چاہیے وہ بے حد کم ہے۔ اس لیے سماجی سروکار کی تنظیمیں، مذہبی شخصیات اور گھر کے بزرگ وقتاً فوقتاً اپنے اپنے تجربات کی روشنی میں وقت کی اہمیت سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔

آج کا عہد اخبار، ریڈیو و ٹی وی کے علاوہ انٹرنیٹ کا ہے۔سوشل میڈیا کے مختلف ذرائع کے ذریعہ بچوں کو وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت کی طرف متوجہ کرنا چاہیے کیونکہ وقت کا صحیح استعمال ترقی کا ضامن ہے۔ وقت زندگی کا بیش قیمتی سرمایہ ہے۔ اگر ہم وقت برباد کرتے ہیں، تو وقت بھی ہماری کامیابی و کامرانی کو برباد کرنے میں کوئی رعایت نہیں کرتا ہے!

انسانی زندگی کے ارتقا سے لے کر آج تک، جن مفکرین، فلاسفہ، مورخین، شعرا و ادبا، سیاست داں اور بڑے بڑے تاجروں، سماجی خدمت گاروں، معلموں اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے سمجھدار لوگوں نے وقت کی قدر و قیمت پہچانی وہ اپنی ذاتی زندگی، سماج، ملک اور پوری دنیا میں کامیاب ہوئے۔

ارسطو سے ڈارون تک، اور سقراط سے خلیل جبران تک، سبھی نے وقت کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ صاحب نے وقت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس دن میں نے کچھ سیکھا نہیں، وہ دن میری زندگی میں شامل نہیں۔

بابا فرید اور گرونانک دیو جی نے بھی وقت کی قدر و قیمت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے مریدوں اور شاگردوں کو نصیحت کی تھی کہ دین و دنیا، دونوں کے کام میں وقت کی پابندی کرنے سے ہی دین اور دنیا سنورتے ہیں اور آدمی کامیابیوں کی منزل کی طرف آگے بڑھتا رہتا ہے۔

گاندھی جی نے ایک موقع پر کہا تھا کہ وقت کی قدر و قیمت کرنے والا، اس کی پابندی کرنے والا اور اس کی آواز پر لبیک کہنے والا زندگی میں کبھی ناکامی سے دوچار نہیں ہوسکتا۔

مضمون

ایک مغربی مفکر کا قول ہے کہ اخلاقی عمل کا عظیم قانون، خدا کے بعد یہ ہے کہ وقت کا احترام کرو۔

The great rule of moral conduct is, next to God, to respect time.

درحقیقت، وقت قدرت کی امانت ہے جس کا ایک پل بھی ضائع کرنا، مجرمانہ خیانت اور بے ایمانی ہے کیونکہ وقت وہ قیمتی سرمایہ ہے جس کو قدرت نے ہر شخص کو یکساں طور پر عطا کیا ہے۔

اس موقعے پر، انگریزی ڈرامہ نگار اور شاعر شیکسپیئر (Shakespeare) کا قول یاد آرہا ہے کہ میں نے وقت کو ضائع کیا تھا، اب کوشش اور بے شمار دولت خرچ کرنے کے بعد بھی، دوبارہ واپس نہیں مل سکتا ہے۔

نپولین (Napoleon) وقت کے ہر لمحہ سے فائدہ اٹھا کر میدان مار لیا کرتا تھا۔ اس نے آسٹریا کو اس لیے فتح کرلیا تھا کہ اہلِ آسٹریا کو پانچ منٹ کی قدر و قیمت نہیں معلوم تھی۔

دراصل، وقت کو کھونا، عمل کو کھونے کے برابر ہے جس نے عمل کے موقعے کو کھودیا، اس نے اپنا سب کچھ کھودیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ وقت ہر شخص کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں، وہ موجودہ وقت میں کرتے ہیں، جہاں وقت ختم ہوجائے، وہاں آدمی کا عمل بھی ختم ہوجاتا ہے۔ وقت ضائع کرنے یا وقت کا صحیح استعمال نہ کرنے کا مطلب ہے کہ ہمارے پاس جو سب سے بڑی دولت ہے، اس کو ہم برباد کررہے ہیں۔ ظاہر ہے ایسا کوئی بھی شخص عقلمند اور سمجھدار نہیں کہلائے گا۔

شاعروں نے بھی اپنے اپنے انداز میں وقت کی اہمیت اور قدر و منزلت کو شعری جامہ پہنایا ہے۔

ہے کام کے وقت کام اچھا
جب کام کا وقت ہو، کرو کام
خوش رہنے کا ہے یہی طریقہ
چھوڑو نہیں کام کو ادھورا
جو وقت گزر گیا اَکارت
افسوس! ہوا خزانہ غارت

—اسماعیل میرٹھی

وقت کی ہر شے غلام، وقت کا ہر شے پہ راج
وقت ہے پھولوں کی سیج، وقت ہے کانٹوں کا تاج
آدمی کو چاہیے وقت سے ڈر کر رہے
کون جانے کس گھڑی وقت کا بدلے مزاج

—ساحرلدھیانوی

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

—میرحسن

اس میں دورائے نہیں کہ وقت کبھی کانٹا ہے تو کبھی پھول لیکن یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم سوجھ بوجھ اور دانشمندی سے کانٹوں کی خلش اور چبھن سے بچے رہیں اور پھولوں کی خوشبو اور خوبصورتی سے اپنی زندگی کو سجاتے اور سنوارتے رہیں۔

وقت دیتا ہے قیادت بس اسی کے ہاتھ میں

■

Rais Siddiqui
2-Rahat Kada
14- Green Valley Enclave
AirportRoad
Bhopal - 462030 (MP)

عبدالودود انصاری

مضمون

کیڑوں کی دنیا

حیوانات کی دنیا میں کیڑوں کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ فعال حیوانات کے گروہ میں یہ اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کا چھوٹا قد، سخت جسم اور پانی سے غیر متاثر رہنے کی صلاحیت وغیرہ ایسی خوبیاں ہیں جو انہیں زندہ رہنے میں مدد دیتی ہیں۔ کیڑوں میں بہت سے تو ہماری صحت کے لیے فائدہ مند ہیں لیکن زیادہ تر مضر ہیں۔ بعض ایسے کیڑے بھی ہیں جو ان دونوں میں کسی قسم کے تحت نہیں آتے ہیں۔ گل سے لپٹی ہوئی تتلی اور اس کے رنگ برنگے جسم، برسات کے موسم میں رات کے وقت درختوں پر جگنوؤں کا ٹمٹمانا اور شہد کی مکھیوں کا رقص کسے پسند نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کیڑے نہ ہوتے تو پھول نہیں کھلتے، پودے نہیں اُگتے، انسان کو شہد جیسی نعمت نہ ملتی اور ریشم کا لباس اسے میسر نہ ہوتا۔ کیڑے مثلاً مچھر، مکھی اور شہد کی مکھی کا ذکر قرآن پاک میں بھی اللہ نے کیا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کیڑوں میں روشنی ہے، ریشم بھی، شہد بھی
انسان زہر گھول رہا ہے مٹھاس میں

کیڑے دیکھنے میں ننھے ضرور ہیں لیکن یہ چاہیں تو سانپ جیسے زہریلے اور ہاتھی جیسے بڑے جانوروں کو موت کی نیند سلا سکتے ہیں یہی نہیں کیڑے سالانہ لاکھوں انسانوں کو داعی اجل لبیک کہلانے پر مجبور بھی کرتے ہیں اور ہماری فصلوں کو تہس نہس بھی کرتے ہیں۔ ان سب کے باوجود اللہ نے کیڑوں کے اندر ایسی ایسی صفات رکھی ہیں جنھیں جان کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کیڑا ہندی لفظ ہے جبکہ عربی اس کی حشرۃ ہے اسی لیے کیڑے مکوڑوں کو حشرات الارض بھی کہا جاتا ہے۔ کیڑے کی انگریزی Insect ہے۔ کیڑے مکوڑوں کے مطالعے کو Insectology یا Entomology، ماہر حشریات کو Entomologist، کیڑے مکوڑے کھانے والے جانور یا پودے کو Insectivore اور کیڑے مارنے والی دوا کو Insecticide کہتے ہیں۔ بنگالی میں کیڑا پوکا کہلاتا ہے۔

آیئے کیڑوں کے بارے میں کچھ دلچسپ معلومات حاصل کریں۔

★ دنیا میں کیڑوں کی کم و بیش آٹھ لاکھ قسمیں پائی جاتی ہیں۔
★ ہندوستان میں کیڑوں کی کم و بیش ایک لاکھ قسمیں پائی جاتی ہیں۔
★ اگر زمین پر موجود سبھی کیڑوں کو سارے انسانوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے تو ہر ایک کو 20 کروڑ سے زیادہ کیڑے ملیں گے۔
★ دنیا میں شائد ہی ایسی جگہ ہو جہاں کیڑے نہ پائے جاتے ہوں۔
★ کیڑے کے خون کا رنگ سفید ہوتا ہے۔
★ کیڑے واحد پَر دار حیوان ہیں جن کی ریڑھ کی ہڈی نہیں ہوتی۔
★ سبھی کیڑوں کے پر نہیں ہوتے جیسے سر کی جوں، کھٹمل وغیرہ۔
★ کیڑے چلتے بھی ہیں، اڑتے بھی ہیں اور تیرتے بھی ہیں۔
★ عام طور پر کیڑا تنہائی پسند (Solitary) ہوتا ہے مگر اس کی بعض قسمیں جھنڈ میں بھی رہنا پسند کرتی ہیں۔
★ کیڑے، کیڑے کو بھی کھاتے ہیں۔
★ کیڑے بے پر (Wingless) بھی ہوتے ہیں جیسے Silverfish، Bristle tails وغیرہ اور پر دار (Winged) بھی ہوتے ہیں جیسے Dragon fly، Butterfly وغیرہ
★ عام طور پر کیڑے کی لمبائی 0.139 ملومیٹر (Milometer) یعنی 0.0055 انچ تا 60 سنٹی میٹر (2 فٹ) ہوتی ہے۔
★ سب سے وزنی کیڑے کا وزن 70 گرام تک ہوتا ہے۔
★ بھونرے (Beetles) کی قسمیں سب کیڑوں کی قسموں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ اس کی 350000 قسمیں ہوتی ہیں۔
★ ہرکولس بھونرا (Herculus Beetle) اپنے وزن سے 850 گنا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔

★ آسٹریلیا کا Tiger Beetle دنیا کا سب سے تیز دوڑنے والا کیڑا ہے۔اس کی دوڑنے کی رفتار 19 کلومیٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے۔

★ ٹڈیاں (Locust) اپنے وزن کے برابر روزانہ غذا استعمال کرتی ہیں۔

★ کیڑے اپنے آپ کو ماحول کے مطابق ڈھال لینے کی عمدہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

★ بیشتر کیڑے جس چیز کو کھاتے ہیں اسی کی رنگت اختیار کر لیتے ہیں۔اسی وجہ سے وہ اپنے دشمنوں سے حفاظت بھی کر لیتے ہیں۔

★ کیڑوں کے انڈے دینے کی جگہیں مقرر ہوتی ہیں۔

★ کیڑے جنسی ملاپ کے بعد جو انڈے دیتے ہیں ان سے نر اور مادہ دونوں جنم لیتے ہیں۔

★ بعض کیڑے جنسی ملاپ کے بغیر بھی انڈے دیتے ہیں مگر ایسی حالت میں صرف نر پیدا ہوتے ہیں۔

★ کچھ کیڑے اپنے انڈے دوسرے کیڑوں کے انڈوں یا جسم میں بھی دیتے ہیں۔

★ مختلف کیڑے مختلف تعداد میں انڈے دیتے ہیں جو کہ ایک سے لے کر دس لاکھ تک ہو سکتی ہے۔

★ کچھ کیڑے زہریلے پودے آسانی سے کھا سکتے ہیں۔

★ بعض کیڑوں کے جسم میں ایسے کیمیائی مادّے موجود ہوتے ہیں جو زہریلی چیزوں کو غیر مضر مرکبات میں آسانی سے تبدیل کر دیتے ہیں۔

★ کچھ کیڑے بیماریوں کے جراثیم جیسے فنگس (Fungus) اور وائرس (Virus) کو ایک پودے سے دوسرے پودے تک لے جاتے ہیں۔

★ کیڑوں کے جسم پر سانس لینے کے لیے سوراخ سینے اور پیٹ کے دونوں جانب ہوتے ہیں۔

★ جھینگر (Cricket) کے کان اس کے پیروں پر ہوتے ہیں۔

★ ہاک ماتھ (Hawkmoth) کے کان اس کے منہ میں ہوتے ہیں۔

★ منٹیڈ (Mantid) کے کان اس کے پچھلے پیر میں ہوتے ہیں۔

★ کیڑوں کے پَر تیزی سے ہلتے رہتے ہیں پھر بھی وہ ٹوٹتے نہیں کیونکہ وہ زیزیلین نامی مادّے سے جڑے رہتے ہیں۔

★ کیڑوں کے پروں کی سختی پروٹین کی وجہ سے ہوتی ہے۔

★ دنیا کا سب سے وزنی کیڑا افریقی گولیتھ (African Goliath) ہے۔

★ سب سے چھوٹا خون چوسنے والا کیڑا بائٹنگ میجز (Biting Midges) ہے۔

★ کیلی فورنیا کو تتلیوں کی سرزمین (Land of Butterfly) کہا جاتا ہے۔

★ سیاہ چیونٹی کی رانی اپنے پروں کو بھی نوش فرماتی ہے۔

★ کیڑوں کے عضلات جسم کی بیرونی کھال سے جڑے رہتے ہیں۔

★ ایک کیڑا Water strider ہے جو پانی پر چلتا ہے۔

★ مچھر کی مادہ ہی خون چوستی ہے نر نہیں چوستا ہے۔

★ بھڑ (تتیا) انسان پر حملہ کر کے اس کے جسم میں زہریلا

مضمون

مادہ داخل کر دیتا ہے۔

★ بھڑ پودوں کے تنوں کی کھال کھرچ کر پیسٹ تیار کرتا ہے پھر اس کے ذریعہ کاغذ جیسا چھتہ بناتا ہے۔

★ جھینگر کا کان اس کے آگے کے پروں کے پاس ہوتا ہے۔

★ جھینگر گھنٹوں پانی میں اپنے پیر، پیٹ اور مونچھ صاف کرتا رہتا ہے۔

★ جگنو کی مرغوب غذا گھونگا ہے۔

★ سب سے کم زندگی پانے والا کیڑا مے فلائی (May Fly) ہے جو صرف 24 گھنٹے ہی جیتا ہے۔

★ شہد کی مکھی انگریزی ہندسہ 8 کی شکل میں رقص کرتے ہوئے اپنی غذا کا پتہ اپنے ساتھیوں کو دیتی ہے۔

★ ایک شہد کی مکھی ایک پاؤنڈ شہد تیار کرنے لیے 20 لاکھ پھولوں کو استعمال کرتی ہے۔

★ شہد کی مکھی کی 20000 قسموں میں صرف 4 قسمیں ہی شہد تیار کرتی ہیں۔

★ شہد کی مکھی کے کان نہیں ہوتے ہیں۔اس کمی کو اس کی مونچھ پورا کرتی ہے۔

★ شہد کی مکھی کے زہر سے گٹھیا مرض کی دوا تیار کی جاتی ہے۔

★ شہد کی مکھی کی رانی اپنے نر سے ساری زندگی میں صرف ایک بار ملاپ کرتی ہے۔

★ شہد کی مکھی کے چھتوں میں صرف ایک رانی مکھی ہی انڈے دیتی ہے۔

★ قدیم زمانے میں انگریز لوگ پرئینگ منٹڈ (Praying Mantid) کو چوراہے پر لے جا کر کھوئے ہوئے بچوں کا پتہ لگاتے تھے۔

★ قدیم زمانے میں لوگ پروانے کو ٹکس ادا کرنے اور فاتح قبیلوں کو بطور فدیہ دیتے تھے۔

★ پرئینگ منٹڈ ایک جگہ کھڑا ہو کر اپنے سر کو چاروں طرف گھما گھما کر دیکھتا ہے۔

★ کیڑے کی انگریزی اصطلاح انسکٹ (Insect) کا مطلب ''حصّوں میں کٹا ہوا'' ہوتا ہے۔

★ مچھر کھٹے لیموں سے دور رہتے ہیں کیونکہ اس سے ان

کے پیروں میں جلن ہونے لگتی ہے۔

★ بہت سارے کیڑے روشنی خارج کرتے ہیں لیکن جگنو ایسا کیڑا ہے جو اپنی روشنی کو جلا بھی سکتا ہے اور بجھا بھی سکتا ہے۔

★ جگنو کی روشنی میں حرارت نہیں ہوتی۔

★ جگنو کا پچھلا حصّہ چمکتا ہے۔

★ عام طور پر جگنو 5 سے 8 سیکنڈ کے وقفہ سے چمکتا اور بجھتا ہے۔

★ مادہ جگنو میں اڑنے کی صلاحیت تقریباً نہیں کے برابر ہوتی ہے۔

★ جگنو کا سب سے بڑا دشمن مینڈک ہے۔

★ جنوبی امریکہ کی Maydas مکھی دنیا کی سب سے بڑی مکھی مانی جاتی ہے۔

★ Dragon fly کی آنکھوں میں 30000 عدسے (Lens) ہوتے ہیں۔

★ ایک Ladybird اپنی ساری زندگی میں 5000 ایفڈ (Aphids) کھاتی ہے۔

★ ہر سال کیڑے زمین کی 33% فصل برباد کرتے ہیں۔

★ امریکہ میں لوگ سانپوں، مکڑیوں اور بچھوؤں سے زیادہ بھڑوں (Wasps) کے کاٹنے سے مرتے ہیں۔

★ پروانے (Moths) زلزلے کے دوران اُڑ نہیں سکتے ہیں۔

★ Bulldog ants اپنے جسم سے سات گنا زیادہ دوری تک کود سکتی ہیں۔

★ Dung beetle اپنے جسم کے وزن سے 1,140 گنا بوجھ کھینچ سکتے ہیں۔

★ Red postman butterfly اپنے جسم میں زہر زہریلے پودے کھا کر جمع کرتے ہیں۔

★ Rhinoceros beetle کیڑے کے سر پر ہرن کی طرح سینگ ہوتے ہیں۔

★ کیلی فورنیا میں پائی جانے والی Harvester ant worker اپنے گھونسلے کے دروازے پر دربان کی

طرح پہرہ دیتی ہے۔

★ ہمارے بالوں میں پائی جانے والی جوں کا رنگ وہی ہو تا جو بال کا رنگ ہوتا ہے۔

★ Tabanus نامی مکھی کی ایک قسم ہے جس کی اڑنے کی رفتار 144 کلو میٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے۔

★ 1990 میں تنزانیہ کی لگ بھگ 70 فیصد آبادی ملیریا سے متاثر ہوگئی تھی جو مچھروں نے پھیلایا تھا۔

★ ایک نر پروانہ مادہ کا اپنی مہک سے 7 میل کی دوری پر بھی پتا لگا سکتا ہے۔

★ مچھر ماہ کامل (Full Moon) کی راتوں میں زیادہ کاٹتا ہے۔

★ Scorpion flies اس وقت تک اپنے شوہر نامدار سے ملاپ نہیں کرتی ہیں جب تک کہ ان کے شوہر انھیں کچھ نہ کچھ تحفے کی شکل میں پیش کریں۔

★ سب سے تیز رفتار (Fastest) اڑنے والا کیڑا Dragonflies ہیں جو 35 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑ سکتی ہیں۔

★ سب سے لمبا (Longest) کیڑا Giant Stick Insect ہے جس کی پر سمیت لمبائی 20 انچ تک ہوتی ہے۔

★ سب سے تیز آواز نکالنے (Loudest) والا کیڑا Cicada ہے جس کی آواز چوتھائی میل سے سنی جا سکتی ہے۔ یہ 17 سال میں جوان ہوتا ہے۔ اسے 7 years old cicada کہتے ہیں۔

★ سب سے زیادہ تباہی مچانے والا کیڑا ٹڈی (Locust) ہے جو روزانہ اپنے وزن کے برابر کھاتی ہے۔

★ سب سے زیادہ خطرناک کیڑا (Most Dangerous) کیڑا Black Bull dog Ant ہے جو انسان کو موت کی نیند آسانی سے سلا سکتا ہے۔

★ سب سے زیادہ پر مارنے والا (Fastest Wing Beat) کیڑا Midge ہے جو ایک منٹ میں 62760 مرتبہ پر مار سکتا ہے۔

★ روئے زمین پر کیڑوں کا وزن زمین پر بسنے والے انسانوں سے 70 گنا زیادہ ہے۔

★ Antarctica پر پائے جانے والا واحد کیڑا Midge Belgica Antarctica ہے۔

★ کیڑوں میں سب سے لمبی عمر دیمک کی ہوتی ہے جو 50 سال تک جیتی ہے۔

★ عام طور پر کیڑوں کی مدت حیات ایک سال سے کم ہوتی ہے۔

آخر میں کیڑے کو دیکھ کر اللہ کی قدرت دوبارہ یاد آجاتی ہے کہ ندی اور تالابوں میں، کیچڑ اور دراڑوں میں اور درختوں کے سوراخوں میں کس طرح رزق انھیں فراہم ہوتا ہے بقول شاعر:

جو رزق کا کیڑا ہے اسے کیوں نہ ملے رزق
رزاق سے پاتا ہے غذا سنگ میں کیڑا

■

Abdul Wadood Ansari
Shadab Manzil
House No.43/2, B.L.No.6
P.O. Kankinara - 743126 (W.B.)
Mob.: 9433354562

عزیز انصاری

بچے کتنے اچھے

(ثلاثی)

نظم

یہ جو بچے دکھائی دیتے ہیں
جھوٹ بھی بولتے ہیں آپس میں
پھر بھی سچے دکھائی دیتے ہیں

کتنا سندر ہے کتنا پیارا ہے
ماں کے ہاتھوں میں کھیلتا بچہ
چاند کے پاس ایک تارا ہے

گھر میں مہمان آنے والا ہے
اس کے آنے کی دیکھو تیاری
جیسے بھگوان آنے والا ہے

اس کا نوکر بھی بننا پڑتا ہے
اپنے بچے کی اک ہنسی کے لیے
مجھ کو جوکر بھی بننا پڑتا ہے

وہ میرے پاس پڑھنے آتے ہیں
بھائی چارے کا ایکتا کا سبق
بچے مجھ کو پڑھا کے جاتے ہیں

دکھ کو اس طرح جھیلتا ہوں میں
جب یہ حد سے زیادہ بڑھ جائے
ساتھ بچوں کے کھیلتا ہوں میں

جو ملے اس کے سنگ ہوتی ہے
زندگانی عزیز بچوں کی
جیسے پانی کا رنگ ہوتی ہے

سب نظارے دکھائی دیتے ہیں
کھیلتے جب سے گھر میں ہیں بچے
چاند تارے دکھائی دیتے ہیں

اپنے چہرے کو ڈھانکتا بچہ
اُف وہ کتنا حسین لگتا ہے
ماں کے آنچل سے جھانکتا بچہ

پھول بکھرے ہوئے ہیں راہوں میں
گود میں جب سے میری بچہ ہے
ساری دنیا ہے میری بانہوں میں
■

Azeez Ansari
14/1, Usha Ganj, Chaoni
Khan Bahadur Compound
Indor - 452001 (MP)

انجینئر محمد عادل فراز

نظم

ہندوستان

ہندو کی جان اور مسلماں کی شان ہے
ہندوستان میرا یہ ہندوستان ہے
بلبل مرے چمن کے چہکتے ہیں رات دن
بادل محبتوں کے برستے ہیں رات دن
گنگا کنارے پھول بھی کھلتے ہیں رات دن
ہر قوم کی وفا کا یہاں یوگ دان ہے
ہندو کی جان اور مسلماں کی شان ہے
ہندوستان میرا یہ ہندوستان ہے
یہ ایکتا کی دیتا ہے دنیا کو روشنی
ہر اک قدم پہ دیتا ہے لوگوں کو زندگی
یہ امن کا پیام ہے پیغامِ شانتی
پرچم ہمارے دیش کا کتنا مہان ہے
ہندو کی جان اور مسلماں کی شان ہے
ہندوستان میرا یہ ہندوستان ہے
تہذیبِ نو بہار اسی انجمن کی ہے
مٹّی میں آب و تاب یہ گنگ و جمن کی ہے
سارے جہاں میں دھوم ہمارے وطن کی ہے
ناقوس کی صدا ہے یہاں پر اذان ہے
ہندو کی جان اور مسلماں کی شان ہے
ہندوستان میرا یہ ہندوستان ہے
گیتا کا پاٹھ اور یہ قرآں کی آیتیں
ہر صبح و شام دیتا ہے انساں کو برکتیں
ہندوستاں کی دیکھیے کیا کیا ہیں عظمتیں
قائم محبتوں کا یہاں آسمان ہے
ہندو کی جان اور مسلماں کی شان ہے
ہندوستان میرا یہ ہندوستان ہے
ہردل میں اک چراغِ محبت جلایئے
ہندوستاں کی شان جہاں کو دکھایئے
عادل دلوں کو جوڑ کے دنیا بسایئے
سارے جہاں سے کہتی یہ اردو زبان ہے
ہندو کی جان اور مسلماں کی شان ہے
ہندوستان میرا یہ ہندوستان ہے

■

Er. Mohd Adil
Hilal House, HNo: 4/114
Jagjeevan Colony، Naglah Mallah
Civil Line، Aligarh - 202002 (UP)

مضمون

ڈیل کارنیگی

چارلس ڈکنز

تقریباً ایک سو پچھتر برس پہلے کرسمس کے موقعے پر لندن میں ایک چھوٹی سی کتاب شائع ہوئی۔ ایک ایسی کتاب جسے غیرفانی بننا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اسے دنیا کی عظیم ترین چھوٹی کتاب کا درجہ دیا ہے۔ جب یہ کتاب پہلے پہل شائع ہوئی تو دوست جہاں کہیں بھی ایک دوسرے سے ملتے، سب سے پہلے یہی پوچھتے کہ ''کیا تم نے وہ کتاب پڑھی ہے؟'' اور ہر کوئی یہی جواب دیتا ''ہاں پڑھی ہے۔'' خدا اس کے لکھنے والے پر رحمت نازل کرے۔

جس دن وہ کتاب شائع ہوئی اس روز اس کی ایک ہزار جلدیں فروخت ہوگئیں۔ پندرہ دن کے اندر پریس نے اس کی مزید پندرہ ہزار جلدیں شائع کر دیں۔ اس دن سے اس کتاب کے اَن گنت ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اور وہ دنیا کی ہر زبان میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ 1890 میں جے پی مورگن نے اس کتاب کا اصلی مسودہ بہت بڑی رقم خرچ کر کے خریدا تھا، اور اب وہ نیویارک میں اس کی دوسری بیش قیمت اشیاء کے ساتھ اس کی آرٹ گیلری میں موجود ہے۔

اس عالمی شہرت یافتہ کتاب کا کیا نام ہے.... چارلس ڈکنز کی 'کرسمس گیت' تقدیر نے چارلس ڈکنز کو انگریزی ادب کا محبوب ترین ادیب بنانا تھا۔ اس کے باوجود جب اس نے لکھنا شروع کیا تو وہ دوستوں کے مذاق سے اس قدر ڈرا ہوا تھا کہ اس نے پہلی کہانی کا مسودہ رات کی تاریکی میں ڈاک کے سپرد کیا کہ اسے کوئی دیکھ نہ لے۔ اس وقت وہ بائیس برس کا تھا اور جب اس کی پہلی کہانی شائع ہوئی تو وہ سارا دن بے مقصد گلیوں میں گھومتا رہا۔ خوشی کے آنسو اس کے گال بھگو رہے تھے۔

اس کہانی کا معاوضہ اسے کچھ نہ ملا تھا۔ آپ کے خیال میں اس کی اگلی آٹھ کہانیوں کی اشاعت پر اسے کتنے پیسے ملے ہوں گے۔ بالکل کچھ بھی نہیں۔ آخر جب اسے معاوضہ ملنا

مضمون

شروع ہواتو سب سے پہلے اس کے نام ایک پونڈ کا چیک آیا۔ جی ہاں اس کی پہلی کہانی کا معاوضہ فقط ایک پونڈ تھا لیکن اسے اپنے آخری ناول پر فی لفظ تین پونڈ کے حساب سے معاوضہ ملا۔ ادبی تاریخ میں اس قدر معاوضہ کسی ادیب کو نہیں ملا۔ غور کریں تین پونڈ فی لفظ!

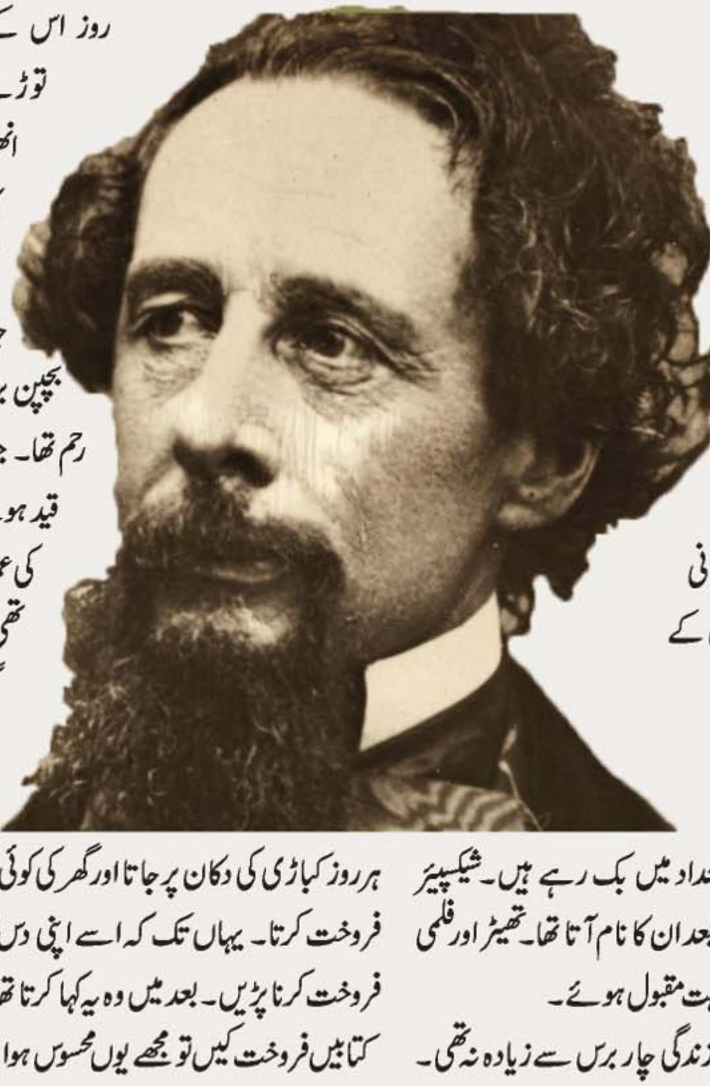

لوگ بہت سے مصنفوں کو ان کی موت کے پانچ چھ برس بعد بھول جاتے ہیں۔ لیکن ڈکنز کی موت کے تریسٹھ برس بعد بھی اس کے ناشروں نے اس کے لواحقین کو 40,000 پونڈ 'کرسمس کا گیت' کا معاوضہ دیا۔ یہ کہانی چارلس ڈکنز نے اپنے بچوں کے لیے لکھی تھی۔

گذشتہ ایک ڈیڑھ سو برسوں سے چارلس ڈکنز کے ناول بہت بڑی تعداد میں بک رہے ہیں۔ شیکسپیئر کے ڈراموں اور بائبل کے بعد ان کا نام آتا تھا۔ تھیٹر اور فلمی دنیا میں دونوں جگہوں پر وہ بہت مقبول ہوئے۔

چارلس ڈکنز کی تعلیمی زندگی چار برس سے زیادہ نہ تھی۔ اس کے باوجود اس نے انگریزی ادب کے سترہ بہترین ناول لکھے۔ اس کے والدین ایک اسکول چلاتے تھے لیکن وہ کبھی اس اسکول میں نہیں گیا تھا۔ کیونکہ وہ اسکول لڑکیوں کے لیے تھا۔ اسکول کے دروازے پر یہ الفاظ لکھے تھے ''مسز ڈکنز کا اسکول''، لیکن لندن میں ایک بھی ایسی لڑکی نہ تھی جو اس اسکول میں پڑھنے کے لیے آتی ہو۔

اسکول کا بل روز بروز بڑھ رہا تھا۔ قرض دینے والے ہر روز اس کے والد کا دروازہ توڑتے تھے۔ آخرکار انھوں نے غصہ میں آ کر اس کے والد کو قید کرا دیا۔

چارلس ڈکنز کا بچپن بڑا خراب اور قابل رحم تھا۔ جب اس کے والد قید ہوئے اس وقت اس کی عمر صرف دس سال تھی۔ کنبے کے لیے گزر اوقات کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔ چارلس ڈکنز ہر روز کباڑی کی دکان پر جاتا اور گھر کی کوئی نہ کوئی بچی کھچی چیز فروخت کرتا۔ یہاں تک کہ اسے اپنی دس محبوب کتابیں بھی فروخت کرنا پڑیں۔ بعد میں وہ یہ کہا کرتا تھا۔ ''جب میں نے کتابیں فروخت کیں تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا دل پھٹ جائے گا۔''

آخر اس کی والدہ اپنے چاروں بچوں کو لے کر خود بھی اپنے شوہر کے پاس قید خانے میں رہنے لگی۔ چارلس سارا دن

تو والدین اور بہن بھائیوں کے پاس گزارتا۔ لیکن شام کے وقت وہ اس تاریک کمرے میں چلا آتا، جہاں وہ دوسرے لڑکوں کے ساتھ رہتا تھا۔ ان لڑکوں نے اس کی زندگی اجیرن کررکھی تھی۔ آخر اسے ایک گندے کارخانے میں بوتلوں پر لیبل چپکانے کی نوکری مل گئی۔ پہلی تنخواہ ملتے ہی اس نے دوسرا کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ وہ کمرہ بھی بے حد خستہ حال تھا اور اس کے گوشے میں ہر وقت گندگی کے ڈھیر پڑے رہتے تھے۔ اس کے باوجود وہ کمرہ چارلس ڈکنز کے نزدیک ایک جنت سے کم نہ تھا۔

بعد کے دنوں میں چارلس ڈکنز نے 'آلیورٹوسٹ' کا کردار تخلیق کر کے اپنے بچپن کا انتقام لے لیا۔

چارلس ڈکنز نے گھریلو زندگی کے متعلق بڑے جامع اور عمدہ مناظر لکھے ہیں۔ اس کے باوجود اس کی شادی شدہ زندگی بے حد ناکام اور ایک المیے سے کم نہ تھی۔ اسے تیئس برس تک ایک ایسی بیوی کے ساتھ رہنا پڑا جسے وہ بالکل پیار نہیں کرتا تھا۔ اس بیوی نے اس کے دس بچوں کو جنم دیا لیکن سال بہ سال اس کے دکھوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ ساری دنیا اس کے قدموں میں بچھی ہوئی تھی۔ لیکن اس کا اپنا گھر تلخیوں کا مجمع تھا۔ آخرکار اس کی گھریلو زندگی اس قدر تلخ ہوگئی کہ اس کی قوت برداشت مزید متحمل نہ ہوسکی لہٰذا اس نے ایک غیر متوقع بات کر دکھائی۔ اس نے اپنے رسالے میں اعلان کر دیا کہ وہ اور اس کی بیوی ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں۔ کیا اس نے اس بات کا الزام اپنے سر لیا۔ نہیں بالکل نہیں۔ اس سلسلے میں اس نے سارا الزام اپنی بیوی کے سر ڈالنے کی کوشش کی۔

چارلس ڈکنز سخاوت کا مجسمہ تصور کیا جاتا تھا۔ جب اس کی موت ہوئی تو اپنی سالی کے لیے 40,000 پونڈ چھوڑ گیا لیکن اپنی بیوی کے لیے وصیت نامے میں فقط سات پونڈ ہفتہ وار وظیفہ لکھ گیا، فقط سات پونڈ ہفتہ وار!

وہ ایک مور کی طرح مغرور اور حساس تھا۔ ذرا سی تنقید اسے غصہ دلانے کے لیے کافی ہوتی تھی۔ اسے اپنے چہرے کے خد و خال پر بڑا ناز تھا۔ جب 1842 میں وہ پہلی دفعہ امریکہ گیا تو اس کا رنگین لباس دیکھ کر وہاں کے لوگ حیران رہ گئے۔ وہ عوامی جگہوں پر لوگوں کے سامنے بالوں میں کنگھی کیا کرتا تھا۔ اس کی عجیب و غریب حرکتوں پر لوگ حیران ہونے لگتے۔ آخر انھوں نے اسے تنگ کرنے کی ترکیب سوچی۔ وہ نیویارک کی جس گلی میں جاتا تو لوگ اپنے سور گلیوں میں کھلے چھوڑ دیتے اور ان کو یوں آزادانہ گھومتے دیکھ کر چارلس ڈکنز خوف زدہ ہو جاتا تھا۔

جس قدر پیار لوگوں نے چارلس ڈکنز سے کیا۔ شاید ہی کسی دوسرے کو نصیب ہوا ہو۔ جب وہ دوسری دفعہ امریکہ آیا، تو لوگ اس کی تقریر سننے کے لیے کڑی سردی میں ٹکٹ خریدنے کی خاطر قطاریں باندھے کھڑے رہتے اور وقت گزارنے کی خاطر آگ روشن کر کے تاپتے رہتے۔ ایک دفعہ جب تمام ٹکٹ فروخت ہوگئے اور سینکڑوں لوگوں کو مایوس جانا پڑا تو انھوں نے فساد بپا کر دیا۔

ادبی تاریخ عجیب و غریب کرداروں سے بھری پڑی ہے لیکن چارلس ڈکنز جیسا شاید ہی کوئی کردار ہو جس نے مشکل حالات میں بھی کامیابی کی تاریخ رقم کی ہو۔ ■

بحوالہ: کامیاب لوگوں کی دلچسپ باتیں، **مصنف**: ڈیل کارنیگی، **ترجمہ**: اسلم کھوکھر، ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

انور ادیب

سوپر 30 اور آنند کمار

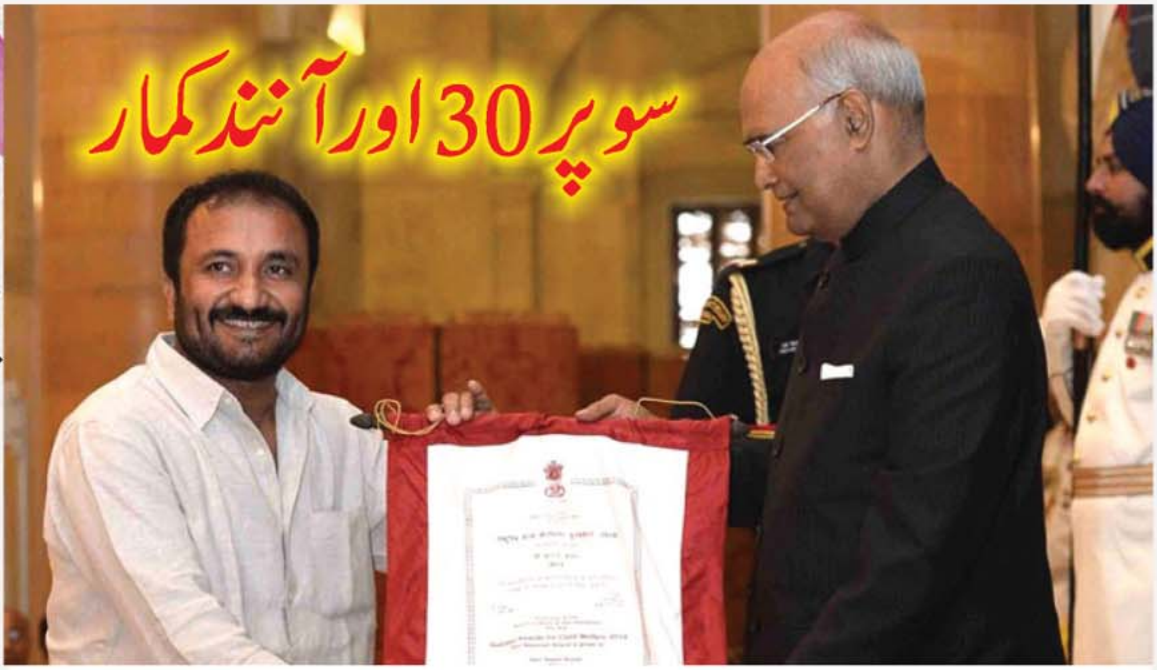

بچو! آج میں تمھیں تعلیمی لگن اور محنت کی ایک سبق آموز کہانی سنانا چاہتا ہوں۔ یہ ایک ایسے شخص کی کہانی ہے جو غریبی میں پلے بڑھے۔ تعلیم کا شوق تھا لیکن غریبی کی وجہ سے ان کا یہ شوق پورا نہ ہو سکا۔ لیکن انھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند۔ غریب طلبا کی مدد کر کے ایک مثال قائم کردی۔

یہ کہانی ہے پٹنہ (بہار) کے آنند کمار کی جو جنوری 1973 میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ایک پوسٹ آفس میں کلرک تھے۔ اپنی غریبی کے باوجود انھوں نے اپنے بیٹے آنند کمار کی تعلیم کا بھر پور خیال رکھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا پڑھ لکھ کر اپنے خاندان اور ملک کا نام روشن کرے۔

بیٹا بھی بے حد محنتی اور ذہین تھا۔ اسے ریاضی (میتھ میٹکس) سے بے حد دلچسپی تھی۔ اس کے استاد اس کے اس شوق اور لگن سے بے حد متاثر تھے۔ انھیں یقین تھا کہ آنند کمار ایک دن اپنے ملک کا نام روشن کرے گا۔

لیکن جب آنند کمار کے والد کا انتقال ہو گیا تو اس کی تعلیم کا سلسلہ بند ہو گیا۔ لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری۔ گھر کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے اس نے گلی کوچوں میں گھوم پھر کر کے پاپڑ بیچنا شروع کیا۔ یہ پاپڑ اس کی ماں بناتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ اس نے ٹیوشن پڑھانا شروع کیا۔ اس آمدنی سے اس نے خود گریجویشن کیا۔

غریبی کی وجہ سے وہ خود اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکے۔ لیکن وہ غریب طالب علموں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں مدد کرنا چاہتے تھے۔ اسی درمیان ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے انھیں بے چین کر دیا۔ 2000 میں ایک غریب طالب علم آئی آئی ٹی کے جوائنٹ انٹرنس امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اسے کوچنگ کی ضرورت تھی لیکن کوچنگ کے لیے اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔ آنند کمار ایسے غریب طالب علموں کی مدد کرنا چاہتے تھے۔ کافی سوچ وچار کے بعد انھوں نے 2002 میں

مشہور ریٹائرڈ آئی پی ایس افسر شری ابھے آنند کے ساتھ مل کر ایک کوچنگ سنٹر قائم کیا۔ جس کا نام انھوں نے سوپر 30 رکھا۔ انھوں نے مالی طور پر کمزور 30 طالب علموں کو مفت کوچنگ کے لیے منتخب کیا تا کہ وہ آئی آئی ٹی کے لیے جوائنٹ انٹرنس اگزام میں کامیاب ہوسکیں۔ ان کی محنت اور کوشش رنگ لائی۔ کوچنگ کے نتائج بہت حوصلہ افزا رہے۔ طلبا اچھی تعداد میں کامیاب ہوئے۔ آنند کمار کی لگن اور محنت سے ہر سال کامیاب طلبا کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ 2009 میں تمام 30 طلبا کی شاندار کامیابی کے بعد ابھے آنند جی مشہور عالم دین حضرت ولی رحمانی کی درخواست پر ان کے تعلیمی منصوبے رحمانی 30 سے جڑ گئے۔

آنند کمار کی محنت اور لگن سے سوپر 30 نے زبردست کامیابی حاصل کی۔ اس کی شہرت ہندوستان کے علاوہ ہندوستان کے باہر بھی پہنچ گئی۔ ماہرین تعلیم نے ان کی کوششوں کو سراہا۔ 2009 میں ڈسکوری چینل (ایک مشہور ٹی وی چینل جو اپنی دریافتوں کے لیے مشہور ہے) نے سوپر 30 پر ایک ڈاکومنٹری فلم بنائی جس میں آنند کمار کی کوششوں کو خوب سراہا گیا۔ بی بی سی (لندن کی مشہور براڈ کاسٹنگ کمپنی) نے ان کی خدمات کی بے حد ستائش کی، امریکہ کے مشہور اخبار نیو یارک ٹائمز نے بھی بے حد تعریف کی۔ لمکا(Limca) بک آف ریکارڈز (مشہور کمپنی جو ہندوستانی سطح پر مختلف موضوعات پر ریکارڈز جمع کرتی ہے) نے اپنی 2009 کی اشاعت میں سوپر 30 کا نام درج کیا۔ امریکہ کے مشہور ٹائم میگزین نے بھی اپنی 2010 کی اشاعت میں آنند کمار کی خدمات کو سراہا۔ امریکہ ہی کے مشہور ہفت روزہ میگزین نیوز ویک نے ان کے کوچنگ سنٹر کو دنیا کے چار بڑے رہنما اسکولوں میں شامل کیا۔ امریکہ کے سابق صدر براک اوباما نے ان کے کام کی تعریف کرتے ہوئے ان کے کوچنگ سنٹر کو ہندوستان کے سب سے اچھے تعلیمی اداروں میں سے ایک بتا یا۔ نومبر 2010 میں بہار سرکار نے آنند کمار کو ''مولانا ابوالکلام

آزاد شکچھا پرسکار سے نوازا۔ جولائی 2010 میں انھیں رامانو جن میتھ میٹکس ایوارڈ سے نوازا گیا۔ کر پاگم یونیورسٹی کوئمبور نے انہیں ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ 2017 میں ہندوستان کے صدر جناب رام ناتھ کووند نے انھیں راشٹریہ بال کلیان ایوارڈ سے نوازا۔

آنند کمار نے اپنے تعلیمی تجربات کو مختلف یونیورسیٹیوں میں پیش کیا جن میں یونیورسٹی آف برٹش کولمبیا، ٹوکیو یونیورسٹی اور اسٹین فورڈ یونیورسٹی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ برطانیہ کے مشہور جریدے مونکل (Monocle) نے آنند کمار کو دنیا کے بیس اساتذہ میں شامل کیا۔ مختلف حکومتوں نے انھیں اعزاز سے نوازا جن میں جرمنی، کناڈا، برٹش، کولمبیا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بچو! تم نے دیکھا کہ آنند کمار کو کتنے بڑے بڑے اعزازوں سے نوازا گیا۔ ان کی زبردست کامیابی کے پیچھے ان کی زبردست محنت اور لگن کا ہاتھ رہا ہے۔ انھوں نے ہزاروں مالی طور پر کمزور طلباء کو کامیابی کی راہ دکھائی اور اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ محنت اور لگن سے بڑی سے بڑی کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ تم بھی اپنے اندر تعلیمی لگن پیدا کر کے شاندار کامیابی حاصل کر سکتے ہو۔ منزل کی کوئی حد نہیں بقول علامہ اقبال۔ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔

■

Dr. Anwar Adeeb
Ibrahim Manzil, Mosaddi Mohalla,
Railpar, Asansol - 713302 (West Bengal)
(M) 9933198483
Email :- anwaradeeb1943@gmail.com

جوابات

سید پرویز قیصر

کھیل اور کھلاڑی

ممبئی انڈینس نے چوتھی مرتبہ آئی پی ایل خطاب جیتا

ممبئی انڈینس نے چنئی سپر کنگس کو سنسنی خیز فائنل میں ایک رن سے شکست دے کر چوتھی مرتبہ انڈین پریمیر لیگ کا خطاب اپنے نام کیا۔ وہ چار مرتبہ یہ خطاب جیتنے والی پہلی ٹیم ہے۔ اس فائنل سے پہلے ممبئی انڈینس اور چنئی سپر کنگس دونوں نے تین تین مرتبہ خطاب پر قبضہ کیا تھا اور یہ بات طے تھی کہ جو بھی ٹیم اس مرتبہ چمپئن بنے گی وہ سب سے زیادہ خطاب جیتنے کا ریکارڈ اپنے نام کرے گی۔

ممبئی انڈینس نے پہلی مرتبہ انڈین پریمیر لیگ کا خطاب 2013 میں چنئی سپر کنگس کو 23 رن سے شکست دے کر جیتا تھا۔ 2015 میں اس نے چنئی سپر کنگس کے خلاف 41 رن سے کامیابی حاصل کی تھی جبکہ 2017 میں اس نے پونہ سپر جائنٹ کو ایک رن سے ہرایا تھا۔

ممبئی انڈینس کو ہر ایک سال بعد چمپئن بننے کی عادت ہوگئی ہے۔ اس حساب سے وہ اگلے سال خطاب نہیں جیتے گی۔

حیدرآباد میں 12 مئی کو کھیلا گیا فائنل کافی سنسنی خیز اور دلچسپ تھا۔ ممبئی انڈینس کے کپتان روہت شرما نے ٹاس جیت کر پہلے خود بلے بازی کرنے کا فیصلہ کیا اور مقررہ 20 اوور میں 8 وکٹ پر 149 رن بنائے۔ کیرون پولارڈ نے 46 منٹ میں 25 بالوں پر تین چوکوں اور اتنے ہی چھکوں کی مدد سے آؤٹ ہوئے بغیر 41 رن بنائے۔ دیپک چہار نے 26 رن دے کر تین کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔

چنئی سپر کنگس نے 20 اوور میں سات وکٹ پر 148 رن بنائے۔ شین واٹسن نے اپنی 80 رن کی اننگ سے اپنی ٹیم کو جیت کے بے حد نزدیک کر دیا تھا مگر وہ اپنی ٹیم کو چوتھی مرتبہ خطاب نہیں دلا سکے۔ انھوں نے 59 بالوں پر آٹھ چوکوں اور چار چھکوں کی مدد سے یہ رن بنائے۔

آخری اوور میں چنئی سپر کنگس کو 9 رن درکار تھے مگر

انڈین پریمیر لیگ میں خطاب جیتنے والی ٹیمیں

سال	مقام	فاتح	رنراَپ	فرق
2008	ممبئی	راجستھان رائلز	چنئی سپر کنگس	3 وکٹ
2009	جوہانسبرگ	دکن چارجرس	رائل چیلنجرس بنگلور	6 رن
2010	ممبئی	چنئی سپر کنگس	ممبئی انڈینس	22 رن
2011	چنئی	چنئی سپر کنگس	رائل چیلنجرس بنگلور	58 رن
2012	چنئی	کولکاتہ نائٹ رائیڈرس	چنئی سپر کنگس	5 وکٹ
2013	کولکاتہ	ممبئی انڈینس	چنئی سپر کنگس	23 رن
2014	چنئی	کولکاتہ نائٹ رائیڈرس	کنگس الیون پنجاب	3 وکٹ
2015	کولکاتہ	ممبئی انڈینس	چنئی سپر کنگس	41 رن
2016	چنئی	سن رائزرس حیدرآباد	رائل چیلنجرس بنگلور	8 رن
2017	حیدرآباد	ممبئی انڈینس	رائسنگ پونہ، سپر جائنٹ	ایک رن
2018	ممبئی	چنئی سپر کنگس	سن رائزرس حیدرآباد	8 وکٹ
2019	حیدرآباد	ممبئی انڈینس	چنئی سپر کنگس	ایک رن

لاستھ ملنگا نے اس آخری اوور میں سات رن دیے اور اپنی ٹیم کو فتح سے ہمکنار کرایا اس اوور میں شین واٹسن کا رن آؤٹ ہونا چنئی سپر کنگس کی ہار کا سبب بنا۔ آخری بال پر چنئی سپر کنگس کو دو رن درکار تھے مگر لاستھ ملنگا نے شردل ٹھاکر کو ایل بی ڈبلیو کر دیا۔

فاتح ٹیم کو 20 کروڑ روپے کا چیک ملا جبکہ ہارنے والی ٹیم ساڑھے 12 کروڑ کے چیک کی حقدار بنی۔

اس مرتبہ چھ بلے بازوں نے انڈین پریمیر لیگ میں سنچری بنانے کا اعزاز حاصل کیا۔ انڈین پریمیر لیگ میں یہ چوتھا موقع تھا جب ایک سیزن میں اتنی سنچریاں اسکور ہوئیں۔ اس سے پہلے 2008، 2011، 2012 میں چھ سنچریاں بنی تھیں۔

اس مرتبہ دو بالروں نے ہیٹ ٹرک کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ گذشتہ مرتبہ کسی بھی کھلاڑی نے ایسا نہیں کیا تھا۔ کنگس الیون پنجاب کے سموئل کرن نے دہلی کیٹلس کے خلاف موہالی میں اور راجستھان رائلز کے شریاس گوپال نے رائل چیلنجرس بنگلور کے خلاف بنگلور میں ہیٹ ٹرک کی۔

ویسٹ انڈیز سے تعلق رکھنے والے الزاری جوزف نے

ممبئی انڈینس کی جانب سے سن رائزرس حیدرآباد کے خلاف حیدرآباد میں 3.4 اوور میں 12 رن دے کر چھ کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا جو انڈین پریمیر لیگ میں کسی بھی بالر کی سب سے اچھی بالنگ تھی۔ اس سے پہلے یہ ریکارڈ پاکستان سے تعلق رکھنے والے سہیل تنویر کے پاس تھا جنھوں نے راجستھان رائلز کی جانب سے چنئی سپر کنگس کے خلاف جے پور میں 4 مارچ 2008 کو 14 رن دے کر چھ کھلاڑیوں کو آؤٹ کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔

الزاری جوزف نے اپنے پہلے ہی انڈین پریمیر لیگ میں ایسا کیا۔ اس سے پہلے انڈین پریمیر لیگ میں سب سے اچھی بالنگ کا ریکارڈ انڈریوٹائی کے پاس تھا جنھوں نے گجرات لائنس کی جانب سے کھیلتے ہوئے رائنگ پونہ سپر جائنٹ کے خلاف راجکوٹ میں 14 اپریل 2017 کو 17 رن دے کر پانچ وکٹ حاصل کیے تھے۔

دائیں ہاتھ سے تیز بالنگ کرنے والے الزاری جوزف نے اپنی پہلی ہی بال پر وکٹ حاصل کیا۔ وہ انڈین پریمیر لیگ میں پہلی ہی بال پر وکٹ حاصل کرنے والے ساتویں بالر بنے۔

اس مرتبہ دو میچ ٹائی رہے جس کے بعد انڈین پریمیر لیگ میں ٹائی میچوں کی تعداد نو ہوگئی۔ دہلی میں 30 مارچ 2019 کو کھیلے گئے میچ میں دہلی کیپیٹلس اور کولکاتہ نائٹ رائیڈرس دونوں ٹیموں کا اسکور برابر رہنے کے بعد میچ ٹائی رہا۔ سپر اوور میں دہلی کیپیٹلس نے کولکاتہ نائٹ رائیڈرس کو شکست دی۔

ممبئی میں 2 مئی 2019 کو ممبئی انڈینس اور سن رائزرس حیدرآباد کے درمیان میچ ٹائی رہا۔ اس میچ میں سپر اوور میں ممبئی انڈینس نے کامیابی حاصل کی۔

انڈین پریمیر لیگ کے بارہویں ایڈیشن میں گذشتہ سال کے مقابلے چھکے کم لگے مگر چوکوں کی تعداد زیادہ رہی۔ اس مرتبہ 60 میچوں میں 91 بلے بازوں نے 784 چھکے لگائے۔ گذشتہ سال 93 بلے بازوں نے 872 چھکے لگائے تھے۔ اتنے زیادہ چھکے کسی اور سیزن میں نہیں لگائے گئے۔

پورے سو بلے بازوں نے 1654 چوکے مارے۔ گذشتہ سال 1643 چوکے مارے گئے تھے۔ ایک سیزن میں سب سے زیادہ چوکوں کا ریکارڈ 2013 میں قائم ہوا تھا۔ تب 76 میچوں میں 125 بلے بازوں نے 2051 چوکے مارے تھے۔

آسٹریلیا سے تعلق رکھنے والے سن رائزرس حیدرآباد کے ڈیوڈ وارنر اس مرتبہ سب سے زیادہ رن بنانے والے کھلاڑی رہے۔ انھوں نے 12 میچوں کی 12 اننگز میں 692 رن بنائے اور اورینج کیپ کے حقدار بنے۔ انھیں دس لاکھ روپے کا چیک بھی ملا۔ یہ تیسرا موقع ہے جب ڈیوڈ وارنر کو اورینج کیپ ملی ہے۔ اس سے پہلے 2015 اور 2017 میں انھیں یہ اعزاز حاصل ہوا تھا۔

جنوبی افریقہ سے تعلق رکھنے والے عمران طاہر کو پرپل کیپ ملی۔ انھوں نے 17 میچوں میں 26 وکٹ لیے۔ وہ پرپل کیپ حاصل کرنے والے سب سے بڑی عمر کے کھلاڑی اور دوسرے اسپین بالر بنے۔ انھیں بھی دس لاکھ روپے کا چیک ملا۔

■

S. Pervez Qaiser
1433 Qasim Jan Street
Ballimaran, Delhi - 110006

معز الدین ماجد

بارش آئی

بارش آئی بارش آئی
چھم چھم کرتی بارش آئی
آگ اُگلتی گرمی سے
راحت سب مخلوق نے پائی
کاشت کار بھی جھوم اٹھے
سب نے مل کر خوشی منائی
بادل گرجے گھڑ گھڑ گھڑ
بجلی نے بھی لی انگڑائی
مٹی کے بھیگے تن سے
سوندھی سوندھی خوشبو آئی
بھورے بال جم کر برسے
چار سو ہے ہریالی چھائی
ببلو گڑیا نے کاغذ کی
ننھی ننھی ناؤ بنائی
سب بچوں نے مل جل کر
اپنی اپنی ناؤ بہائی
ہرا بھرا ہے سارا منظر
ماجد شام سہانی آئی

■

Moizuddin Majid
152 B/7D, Wasiabad (Sadiyapur)
Allahabad - 211016 (UP)

حیدر بیابانی

دن آموں کے

دن آئے ہیں آموں کے
قدرت کے انعاموں کے

آم رسیلے، رس کے پیالے
پیلے زرد، ہرے ہریالے
باغوں سے بازار میں آئیں
پھر بازار سے گھر گھر جائیں
دیکھو کیسے آئے تن کر
دسترخوان کے ساتھی بن کر
صبحوں والے، شاموں والے
دن آئے ہیں آموں والے

خوشبو ان کی پیاری پیاری
لذت ان کی نیاری نیاری
ان کو چاہیں سارے لوگ
ان کو بولیں 'موہن بھوگ'
چوسا، لنگڑا اور بادام
نیلم آم، دسہری آم
آم بہت سے ناموں والے
دن آئے ہیں آموں والے

■

Hyder Biyabani
'Basera' Achalpur City
Dist: Amravati - 444806 (Maharashtra)

برسات

سب کے سر پر چھائے بادل
دور تلک لہرائے بادل

دور تلک چھائی ہیں گھٹائیں
بجلی کڑکے سب ڈر جائیں

جب برسات کا موسم آتا
بارش میں ہر کوئی نہاتا

پیڑ نہا کر جھوم رہے ہیں
مست ہوا کو چوم رہے ہیں

ہم کاغذ کی ناؤ بناتے
پھر پانی میں اسے بہاتے

گرمی سے کچھ راحت پائی
پھلواری پر رونق آئی

رین کوٹ اور چھاتے نکلے
لوگ بھی گانے گاتے نکلے

بارش کی ہے عجب کہانی
گھر میں پانی باہر پانی

ہم اسکول تو سوکھے جاتے
اور ادھر سے بھیگے آتے

شہر ہوا ہے سارا جل تھل
رینی ڈے ہوجائے گا کل

کہیں تو ہے یہ بارش رحمت
اور کہیں بن جاتی زحمت

چھت پر خوب نہائیں گے ہم
مستی موج منائیں گے ہم

کہیں یہ بارش خوشیاں لاتی
کہیں گھر و دیوار گراتی

سورج چھپ کر بیٹھ گیا ہے
تیز ہے بارش تیز ہوا ہے

■

Jamal Akhtar
Near Jamia Urdu
Aligarh - 202001 (UP)

عباس راہی سرسوی

نظم

اردو زباں

پھولتا پھلتا جہاں میں گلستاں اردو کا ہے
موسمِ تہذیب سے دل شادماں اُردو کا ہے

جو ادب کے شہر میں رکھنے کو ہے اپنا قدم
راہ میں چلتا ہوا وہ کارواں اُردو کا ہے

پیاس اب بجھ جائے گی میرے ادب کی دوستو
کوزۂ تہذیب میں آبِ رواں اُردو کا ہے

بجلیاں تہذیب کی رہتی ہیں جس میں ہر گھڑی
اے زباں کی بدلیو! وہ آشیاں اُردو کا ہے

ہر زباں کی راہ سے گزرا تو میں ایسا لگا
جیسے پھولوں سے سجا سارا جہاں اُردو کا ہے

فکر کی چشمِ بصیرت چھو نہیں سکتی جسے
اتنی اونچائی پہ میرا آسماں اُردو کا ہے

میرے ہونٹوں سے تکلم کی مہک نے کہہ دیا
لفظوں کا کھلتا دہن میں گلستاں اُردو کا ہے

کہہ رہا ہے مِلتوں کا آج دنیا سے مزاج
سب سے اچھا دوست یہ ہندوستاں اُردو کا ہے

وہ کسی تیشے سے بھی مسمار ہوسکتا نہیں
جو ادب کی راہ میں اونچا مکاں اُردو کا ہے

جس سے زندہ ہے شعورِ آدمیت کی بہار
اُس چمن کے سر پہ اب تک سائباں اُردو کا ہے

ماہرِ علم و ادب راہی یہی کہتے ملے
دوستو! ہر شخص کے لب پر بیاں اردو کا ہے

■

Abbas Rahi Sarsawi
C/o Aaiwan-e-Urdu (Mahnama)
Kashmiri Gate
Delhi - 110006

رؤف صادق

انوکھا سبق

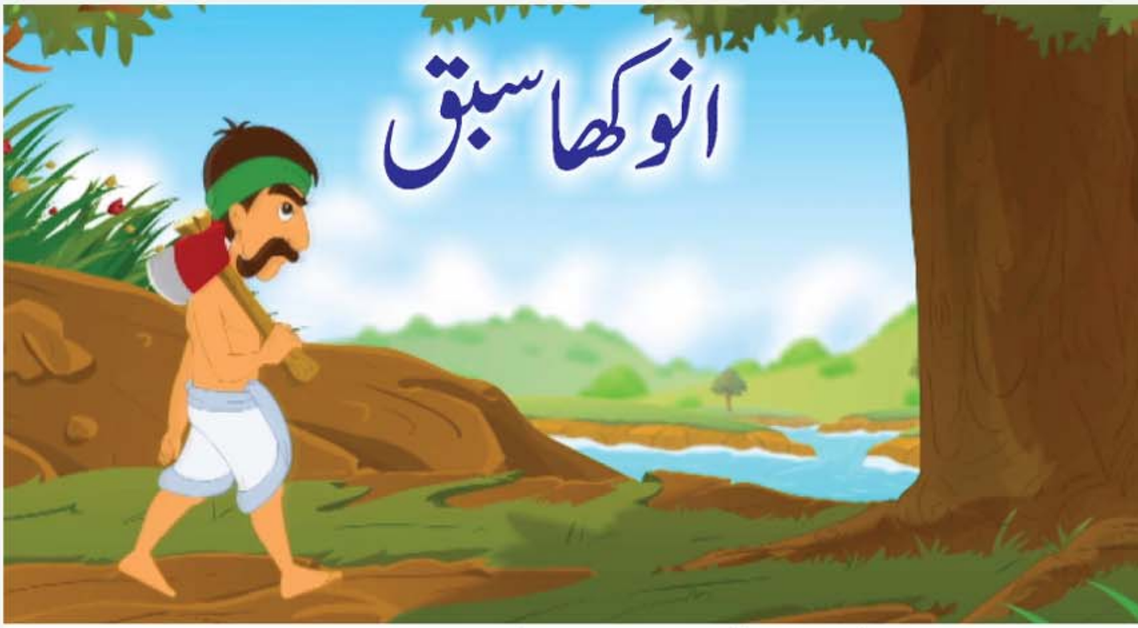

کہانی

شہر جانے کے لیے ایک چھوٹی سی پگڈنڈی تھی جو جنگل سے ہوکر گزرتی تھی۔ پگڈنڈی کے کنارے ایک بوڑھا برگد گھنا سایہ پھیلائے آن بان شان سے کھڑا تھا۔ ایک لکڑہارا روز سویرے کاندھے پر کلہاڑی تھامے، لکڑیاں کاٹنے کے لیے آیا کرتا تھا۔ جب وہ بوڑھے برگد کے قریب سے گزرتا۔ بوڑھا برگد پریشان ہوکر زور زور سے چلانے لگتا۔

سر... سر... سائیں... سائیں... ہوا چلتی، پتے شور مچاتے... ٹہنیاں آپس میں مل جاتیں۔ اس طرح بوڑھا برگد جنگل کے تمام درختوں کو ہوشیار کردیتا۔ سارے درخت سہم جاتے۔ ٹہنیاں خاموش ہوجاتیں۔ پتوں کو چپ سی لگ جاتی۔ جنگل میں سناٹا چھا جاتا۔ اتنا گہرا سناٹا کہ سوئی بھی گر جائے تو آواز صاف سنائی دے۔

جنگل کے سارے درخت، اس لکڑہارے سے پریشان تھے۔ کیونکہ اب وہ ٹہنیاں کاٹنے کے بجائے درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ رہا تھا۔ جب وہ کسی پیڑ کو کاٹ رہا ہوتا۔ پرندے اپنے گھونسلے اجڑنے کے خوف سے اتنا شور مچاتے کہ آسمان سر پر اٹھا لیتے۔ ان کے گھونسلوں میں انڈے تھے۔ ننھے ننھے چوزے تھے۔ چوزوں کی چہکاریں، فضا میں چیخیں بن کر آسمان کا سینہ پھاڑ دیتی تھیں مگر لکڑہارے کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔ لکڑہارا اپنی دھن میں مست درختوں کی لکڑیاں کاٹ کاٹ کر بازار میں فروخت کردیتا۔

جنگل کے سارے درخت مجبور تھے۔ کچھ نہیں کرسکتے تھے۔ بس لکڑہارے کا ظلم سہتے اور چپ چاپ قتل ہوتے رہتے۔ بوڑھا برگد یہ سب تماشہ ایک زمانے سے دیکھتا چلا آرہا تھا۔ وہ لکڑہارے کی آمد کی خبر دینے کے سوائے اور کیا کرسکتا تھا۔ بے بس تھا۔ ایک دن سب درختوں نے مشورہ کیا۔ پیپل نے کہا ”ہم انسانوں کی طرح بول نہیں سکتے۔“

ببول کا درخت بولا ”ہاں بھائی تم سچ کہہ رہے ہو مگر ہمیں کچھ نہ کچھ تو سد باب کرنا ہوگا۔“

بوڑھے برگد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ہمیں ایک ہوکر

لکڑہارے کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اتحاد میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔"

املی کا پیڑ بولا "ہم ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔ انسانوں کی طرح ہمارے ہاتھ پیر نہیں ہیں۔ تو ہم اپنا دکھ کیسے دور کر سکتے ہیں۔ جب زمین تنگ ہونے لگے تو انسانوں کی طرح کیسے ہجرت کر سکتے ہیں۔ ہماری جڑیں زمین میں اتنی گہرائی تک پیوست ہیں کہ ہم ایک انچ بھی اِدھر اُدھر سرک نہیں سکتے۔"

بوڑھے برگد نے سرگوشی کے انداز میں کہا "ساتھیو! ہم متحد ہو سکتے ہیں۔ کیا ہوا ہمارے ہاتھ پیر نہیں ہیں۔ مگر ہم میں حوصلہ ہے۔ ہم اس ظلم کے خلاف لڑ سکتے ہیں۔" بوڑھے برگد کی سرگوشی سارے جنگل میں آگ کی طرح پھیلنے لگی۔ "تم میرے مشورے پر عمل کرو گے تو لکڑہارے کو انوکھا سبق سکھایا جا سکتا ہے۔"

سوں... سوں... سائیں سائیں۔ تیز ہوا چلنے لگی۔ تمام درختوں نے ایک آواز میں کہا۔

"ہمیں منظور ہے، ہمیں منظور ہے۔"

ایک دن گزر گیا۔ دوسرا اور تیسرا دن بھی گزر گیا۔ لکڑہارا نہیں آیا۔ چوتھے دن بڑے انتظار کے بعد دور ایک سایہ آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ لکڑہارا ہی تھا۔ تمام درختوں میں کھلبلی مچ گئی۔ ہوا چلنے لگی۔ پتے شور مچانے لگے— پھر اچانک گہرا سناٹا چھا گیا۔ لکڑہارا بوڑھے برگد کے قریب آیا۔ بوڑھا برگد اس بار خاموش کھڑا تھا۔ جیسے کوئی سادھو دھونی جمائے گیان میں مگن ہو۔ لکڑہارے کو بوڑھے برگد کی خاموشی پر بڑا تعجب ہوا۔ لیکن وہ اس کی پروا نہ کرتے ہوئے جنگل میں داخل ہوگیا۔ وہاں اسے ایک مضبوط، توانا درخت نظر آیا۔ سوچا۔ اس درخت کی لکڑی سے زیادہ پیسے کمائے جا سکتے ہیں۔ جیسے ہی اس نے تنے پر کلہاڑی سے وار کرنا چاہا۔ تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ پتے خوف سے چیخنے لگے۔ ٹہنیاں جوش میں آ کر ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ پورے جنگل میں ہوائی طوفان برپا ہوگیا۔ لکڑہارا گھبرا گیا۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ہر طرف دھول اڑ رہی تھی۔ اتنے میں ایک تیز ہوا کا جھونکا لکڑہارے کو اڑا کر لے گیا۔ جب ہوش آیا تو دیکھا وہ بوڑھے برگد کے قریب دلدل میں دھنسا ہوا تھا۔ وہ جوں جوں ہاتھ پیر مارتا۔ دلدل میں اور دھنستا چلا جاتا۔ لکڑہارے کی جان پر بن آئی تھی۔ وہ مدد کے لیے چیخنے چلانے لگا۔ اس گھنے جنگل میں بھلا کون اس کی مدد کو آتا۔ وہ روہانسہ ہوگیا اور سوچنے لگا۔ موت اس کا مقدر بن چکی ہے۔ اتنے میں برگد کے تنے سے آواز آئی۔

"اے بھلے مانس۔ لکڑہارے! ہوش میں آؤ۔ ہم تمام درخت، انسانوں کی زندگی کی امانت ہیں تو اس امانت میں خیانت مت کر۔ ہم انسانوں کو کیا ہر جاندار کو آکسیجن دیتے ہیں۔ ہماری تازہ ہوا سے انسان سانس لیتے ہیں، زندہ رہتے ہیں۔ جب ہم دنیا سے ختم ہو جائیں گے تو تم بھی زندہ کہاں بچو گے۔ ہمارے دامن میں پہاڑوں سے آبشار گرتے ہیں۔ ندی نالے بہتے ہیں جس کے پانی سے تم کھیتی کرتے ہو، فصل اگاتے ہو، ہماری چھتر چھایا میں طرح طرح کے پرندے بسیرا کرتے ہیں۔ گائیں، بھینس، ہرن، زراف، زیبرا نہ جانے کتنے چرندے ہم سے غذا حاصل کرتے ہیں۔ شیر، بھالو، چیتے، لکڑبھگے ہماری پناہ گاہ میں رہتے ہیں۔" بوڑھے برگد نے پھر کہا "اے لکڑہارے! میں تجھے اس دلدل سے نکال سکتا

ہوں مگر تجھے میری شرطیں ماننا پڑیں گی۔"

لکڑہارا موت کے خوف سے کانپنے لگا۔ مرتا کیا نہیں کرتا۔ بولا "مجھے تمھاری شرطیں منظور ہیں۔ مگر مجھے اس دلدل سے نکالو۔ میں تمھارا زندگی بھر احسان مند رہوں گا۔"

بوڑھے برگد نے کہا "میں نہیں چاہتا کہ تجھے نقصان پہنچے۔ میں جیو اور جینے دو پر یقین رکھتا ہوں۔ ٹھیک ہے۔ تجھے دلدل سے نکالتا ہوں۔ پھر اس نے اپنی سب سے لمبی چوٹی آگے بڑھائی۔ لکڑہارا اس چوٹی کو پکڑ کر دلدل سے باہر نکل آیا۔ تو لکڑہارا خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔ لیکن اس کے سارے بدن پر کیچڑ لگا ہوا تھا۔ بوڑھے برگد نے اشارے سے کہا۔

"اس جھاڑی کے پیچھے، ایک آبشار بہہ رہا ہے۔ وہاں جا کر اچھی طرح نہا لے۔ پاک صاف ہو جا کیونکہ پاکی آدھا ایمان ہے لیکن یاد رکھ بھاگ نہ جانا۔ ورنہ بہت پچھتائے گا۔

"نہیں برگد جی! میں اپنا وعدہ نہیں بھولوں گا۔"

جب لکڑہارا نہا دھو کر لوٹا تو بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ لکڑہارے نے ہاتھ جوڑ کر بوڑھے برگد سے اس کی شرطیں پوچھیں۔

بوڑھے برگد کی ٹہنیاں چرچرانے لگیں۔ پتے تالیاں بجانے لگے۔ ہوا چلنے لگی۔ بوڑھے برگد کے تنے سے آواز آئی۔

"اے لکڑہارے سن! میری عمر دو سو سال ہے۔ جب میں چھوٹا تھا۔ تیرے پردادا کا اسی راستے سے گزر ہوتا تھا۔ وہ میرے چھوٹے سے تنے کے پاس بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ ان کے پاس پانی سے بھرا ہوا مٹی کا ایک چھوٹا سا برتن تھا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ بچا ہوا پانی میری جڑوں میں ڈال دیتے تھے اور میری پیاس بجھاتے تھے۔ کہتے ہیں نا۔ پیاسے کی پیاس بجھانا ثواب کا کام ہوتا ہے۔ تیرے پڑدادا کے احسان کا صلہ میں تجھے آج دوں گا۔ کوئی بھی درخت کبھی کسی کا احسان نہیں رکھتا۔ پھلدار پیڑ لگانے والا کبھی پھل نہیں کھاتا۔ اس کی آنے والی اولادیں پھل کھاتی ہیں۔ یہ مثل آج سچ ہوتی نظر آ رہی ہے۔

اے لکڑہارے دھیان سے سن!

تیرے پڑدادا نے مجھے راز کی بات بتائی تھی کہ مٹھی بھر اشرفیوں سے بھرا صندوقچہ گھر کے صحن میں پتھر کے نیچے دبا رکھا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر خاندان کے کسی فرد کو اس کی ضرورت پڑے تو دے دینا۔ میں آج اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں۔ تو بھی اپنا وعدہ پورا کر۔ ان اشرفیوں سے بھرے صندوقچہ کو باہر نکال۔ ان سے ایک کنواں کھدوا اور اپنی چھوٹی سی زمین پر سبزی ترکاری اُگا۔ انھیں بازار لے جا کر بیچ۔ ان سے اچھی خاصی رقم جمع ہو جائے تو مرے پاس آ اور سن یہ بات کسی سے مت کہنا۔ ورنہ انجام بھگتنا پڑے گا۔

لکڑہارے نے ایسا ہی کیا۔ اس کا چھوٹا سا کھیت سبزی ترکاریوں سے لہلہانے لگا۔ ایک روز دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے کھیت میں بیٹھا آرام کر رہا تھا کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ اس بیچ سرگوشیاں سنائی دینے لگیں۔ سبزی ترکاریاں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں۔

کدو کہہ رہا تھا۔ انسان ہمیں پکار کر کھاتے ہیں۔ ہم انھیں پروٹین دیتے ہیں جس سے انھیں نئی طاقت نئی انرجی ملتی ہے۔ ہم اپنی مختصر سی زندگی سے بہت خوش ہیں کہ دوسروں کے کام آتے ہیں۔

ہاں ہاں کدو بھائی! ٹماٹر، بھنڈی، آلو، کریلا اور سبزی ترکاریوں نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ ایک شور اٹھا۔ ہوا چلنے لگی۔ سارا ماحول خوشگوار ہو گیا۔ لکڑہارے کا چہرہ بھی خوشی سے تمتما اٹھا۔ جب لکڑہارے کے پاس اچھی خاصی رقم جمع ہو گئی تو وہ بوڑھے برگد کے پاس آیا۔ بوڑھا برگد اس کے قدموں کی آہٹ سن کر خوشی سے پھولا نہ سمایا، اور قہقہہ لگانے لگا۔ سرسر... سائیں سائیں... ہوا چلنے لگی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ بوڑھے برگد کے تنے سے آواز آئی۔ ''اے لکڑہارے! مجھے پتہ ہے تو نے موٹی رقم جمع کر لی ہے۔ مجھے بے حد خوشی ہے کہ تو نے اپنا وعدہ نبھایا۔ جو تیری بھلائی کے لیے تھا۔ اب میری دوسری شرط سن۔ ان روپیوں سے سنگتروں کے پودے خرید۔ ان کی اچھی دیکھ بھال کر۔ پھر دیکھ تیری محنت رنگ لائے گی اور تو خوش حال زندگی گزارے گا۔''

لکڑہارے نے اس کی باتوں پر عمل کیا اور بہت سارے سنگتروں کے پودے خرید کر اپنی چھوٹی سی زمین پر لگا دیئے۔ پھر اچھی طرح دیکھ بھال کرنے لگا۔ اس نے ہر پودے کے نزدیک ایک باریک سا سوراخ کیا ہوا مٹی کا برتن رکھ دیا اور وقتِ ضرورت ان میں پانی بھرنے لگا تاکہ پودوں کو قطرہ قطرہ پانی ملتا رہے۔ اس طرح پانی ضائع ہونے سے بچ جائے۔ اور پودے بھی پانی سے سیراب ہو جائیں۔ وہ جانتا تھا پانی قدرت کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اسے سنبھال کر استعمال کرنا چاہیے۔ ہمیں زندہ رہنے کے لیے جس طرح آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح پانی کی ایک بوند بھی کسی کو زندگی بخش سکتی ہے۔ پانی کی قدر کرنی چاہیے۔ اسے ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔

اور اسی طرح دن، مہینے، سال گزرتے رہے۔ لکڑہارا محنت کرتا رہا۔ محنت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اچھی خاصی زمینیں خرید لیں اور گاؤں کا امیر آدمی بن گیا۔

■

Rauf Sadiq
Plot No: 10, R. No: 11
Gate No:5, O.C.C. Malwani
Malad (w)
Mumbai - 400095 (Maharashtra)

طٰہٰ نسیم

مغرور سانپ اور نیکو کچھوا

کہانی

کالیہ ایک بارہ فٹ لمبا اژدھا تھا۔ اس کی کینچلی سیاہ اور چمکدار تھی۔ جس وقت اپنا پھن پھلاتا تو ایک فٹ چوڑا ہو جاتا۔ اس کی پھنکار سے شیر، چیتے اور ہاتھی تک ڈرتے تھے۔ وہ چھوٹے ہرنوں، گیدڑوں، لومڑیوں اور خرگوشوں کو اپنی کنڈلی میں لپیٹ کر ہڈی پسلی توڑ ڈالتا اور نگل جاتا۔ پورے جنگل میں اس کی دہشت پھیلی ہوئی تھی۔ وہ دریا میں تیر سکتا تھا اور درختوں پر آسانی سے چڑھ جاتا۔ پرندوں کے گھونسلے توڑ کر ان کے انڈے، بچے بھی کھا جاتا۔

اسے اپنی طاقت اور بڑے پن پر بڑا ناز تھا۔ اس کے ساتھی اسے کنگ کوبرا کہہ کر پکارتے تھے۔ جب وہ اپنی تعریف سنتا تو خوشی سے اپنا پھن پھیلا لیتا اور خوب ہوا میں لہراتا۔

ٹھنڈے خون والا جانور ہونے کے سبب اسے سردیوں میں کئی گھنٹے دھوپ میں بیٹھنا پڑتا۔ دھوپ سے اس کے جسم میں حرارت پیدا ہوتی اور یہی حرارت توانائی میں بدل جاتی اور کالیہ اژدھا شکار پر نکل جاتا۔ ایک دن وہ چٹان پر بیٹھا دھوپ سینک رہا تھا کہ اسے ایک کچھوا نظر آیا جو چٹان کے آس پاس اگی نرم نرم گھاس کی پتیاں کھا رہا تھا۔ اس کچھوے کا نام نیکو تھا۔ کالیہ کو شرارت سوجھی اور اس نے نیکو کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا ''اے کچھوے تجھے کبھی اپنے وجود پر شرم نہیں آتی۔ اتنی موٹی اوندھے توے جیسی کمر اس میں سے چار بے ڈھنگے پاؤں اور ایک بھدی کھوپڑی نکلی ہوئی۔ میں جب بھی تجھے دیکھتا ہوں تو کام میں لگا ہوتا ہے۔ ہر وقت اپنے پچھلے پاؤں سے مٹی کھود کھود کر بل بناتا رہتا ہے۔''

نیکو کچھوا انتہائی متانت سے بولا۔ ''بھائی کالیہ کام میں بھلائی ہے۔ مجھے تو محنت کرنا اچھا لگتا ہے۔ اگرچہ میں چھوٹا ہوں دھیرے دھیرے کام کرتا ہوں لیکن ہر وقت کام میں مصروف رہتا ہوں۔ میرے اس جنگل میں پانچ بل ہیں۔''

اژدہے نے ہنستے ہوئے کہا: ''ارے بیوقوف تو اکیلا ہے اور پانچ پانچ بل تو نے بنا رکھے ہیں۔ میں نے تجھ جیسا احمق آج تک نہیں دیکھا۔''

کہانی

نیکو بولا: ''جناب! ان سبھی بلوں میں کوئی نہ کوئی جانور خطرے کے وقت پناہ لیتا ہے اور مجھے دعائیں دیتا ہے۔ میں جنگل کے جس حصے میں بھی ہوں رات تو اپنے بل ہی میں گزارتا ہوں۔ اس بل میں رہنے والے جانور بھی جانتے ہیں کہ وہ بل میرا ہے وہ بھی مجھے کبھی وہاں رکنے سے منع نہیں کرتے۔

کالیہ نے بڑی حقارت سے کہا: ''ارے کچھوے! مجھے دیکھ میری لمبائی بارہ فٹ ہے اور وزن ترسٹھ کلو۔ میری پکڑ اتنی مضبوط ہے کہ جانور کو لپیٹ کر ہڈی پسلی ایک کر دیتا ہوں اور ثابت ہی نگل جاتا ہوں۔ میرا اک بوند زہر ہی دس بارہ آدمیوں کا کام تمام کر دیتا ہے۔ ہاتھی اور شیر بھی مجھے دیکھ کر راستہ بدل دیتے ہیں۔ کیونکہ میں کاٹ کر ہی جسم میں زہر نہیں پھیلاتا بلکہ زہر کی پچکاری مار کر کسی کو اندھا بھی کر سکتا ہوں۔ رات کو جس کے بل میں گھس جاؤں وہ بل چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ دل چاہتا ہے تو درخت پر چڑھ کر سو جاتا ہوں یا کسی بڑی چٹان کی اوٹ میں آرام سے سوتا ہوں میں تو گھر وَر نہیں بناتا۔''

کچھوے نے کہا: ''جناب یہ تو آپ کی سوچ ہے۔ نہ تو جوانی ہمیشہ رہتی ہے نہ ہی طاقت۔ کسی بھی جاندار کو اپنی طاقت اور بڑے پن پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔

کچھوے کی بات سن کر اژدہے نے بڑی حقارت سے ہونہہ کہا اور آنکھیں بند کر کے گرم چٹان پر منہ رکھ لیا۔

ادھر گھاس کھا کر کچھوے کے جسم میں ذرا جان آئی تو وہ اپنے بل کا سوراخ بڑا کرنے میں مصروف ہو گیا اور شام تک

کھدائی کرتا رہا۔

مئی کا مہینہ تھا، اتنی گرمی تھی کہ آسمان سے آگ برستی محسوس ہوتی۔ لو کے تھپیڑوں سے سبھی جانور بے حال تھے۔ جنگل میں دھول کے مرغولے بن بن کر اوپر کی طرف جاتے۔ درختوں پر پتیاں کمہلا گئی تھیں اور زمین پر تمام جھاڑ جھنکاڑ خشک ہوکر پیلا ہوگیا تھا۔ لگتا تھا جنگل کی ہر شے سوکھ رہی ہے اور پورا جنگل ایک دہکتا ہوا تنور بن گیا ہے۔ کالیہ اژدہا بھی ایک سوکھے ہوئے تالاب کی کیچڑ میں گرمی سے بچنے کے لیے لیٹا ہوا تھا۔ اس کا گرمی سے برا حال تھا اور وہ کیچڑ میں لت پت آنکھیں موندے پڑا تھا۔

اچانک شور سن کر آنکھیں کھولیں تو دیکھا سبھی چرند پرندے کیڑے مکوڑے آگ سے بچنے کے لیے محفوظ مقامات کی طرف دوڑ رہے تھے۔ سانپ انھیں دیکھ کر مسکرایا اور بولا، ''بزدل کہیں کے آگ سے ڈر کر بھاگ رہے ہیں۔ اگر آگ میری طرف بڑھی تو ایک پھونک میں بجھا دوں گا۔''

تالاب کی کیچڑ میں کچھوا بھی کینچوے ڈھونڈ رہا تھا۔ اس نے اپنے بل کی طرف رینگتے ہوئے کالیہ کو آواز دی: ''کالیہ بھائی آؤ میرے بل میں پناہ لے لو بڑی بھیانک آگ لگی ہے۔'' کالیہ بولا ''مجھے کسی بل میں پناہ لینے کی ضرورت نہیں۔ آگ میری طرف بڑھی تو میں بجھا ڈالوں گا۔ تم اپنی خبر لو!''

کچھوا اپنے گہرے بل میں گھس گیا۔ اس کے بنائے ہوئے بلوں میں جنگل کے بہت سارے چھوٹے جانور اور کیڑے مکوڑے گھس آئے تھے۔ بل اتنے بڑے تھے کہ سبھی کو وہاں پناہ مل رہی تھی۔

آگ اتنی تیزی سے پھیل رہی تھی کہ وہ اس تالاب تک پہنچ گئی جہاں کالیہ آرام کررہا تھا۔ اسے جھاڑیوں کے جلنے اور چٹخنے کی آواز آئی۔ گرم ہوا چلتی ہوئی پتیاں اور چنگاریاں اڑا رہی تھی اور کالیہ کو چاروں طرف دھویں کے بادل گھومتے نظر آرہے تھے۔ اس نے تالاب کی طرف بڑھتی آگ کی طرف زور سے پھونک مارنی شروع کردی لیکن آگ تھی کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ چند منٹوں میں آگ اس کے نزدیک پہنچ گئی۔ تالاب سے تھوڑی دور ایک درخت تھا۔ کالیہ کیچڑ سے نکل کر اس پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک تو گھبراہٹ دوسرے کیچڑ میں چکنا ہونے کی وجہ سے وہ پھسل کر نیچے گرا۔ اس نے دوبارہ چڑھنے کی کوشش کی لیکن تھوڑی اونچائی پر ہی پہنچا تھا کہ آگ اس درخت تک پہنچ گئی۔ کالیہ کو اپنے نیچے آگ کی لپٹیں محسوس ہوئیں اور اس نے جان بچانے کے لیے درخت کو لپیٹ لیا۔ تبھی درخت کی شاخوں اور پتیوں میں بھی آگ لگنے لگی۔ زمین پر تو آگ کی چادر سی بچھ گئی تھی۔ کالیہ نیچے کود بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ پچھتا رہا تھا کہ کاش کچھوے کی بات مان کر اس کے بل میں چلا جاتا لیکن اپنی طاقت کے غرور میں اس نے کتنی بڑی غلطی کر ڈالی۔

تھوڑی دیر میں ہی وہ درخت بھی سلگنے لگا اور کالیہ کی پکڑ ڈھیلی ہوگئی۔ وہ آگ کی لپٹوں میں گرا اور جل کر ختم ہوگیا۔ اگلے روز آگ بجھی تو اس کا نام ونشان بھی نہیں بچا تھا۔ وہ بھی پتوں اور جھاڑیوں کے ساتھ جل کر راکھ ہوگیا تھا۔ جب کہ کچھوے کے بل میں پناہ لینے والے جانور اس کا شکریہ ادا کررہے تھے۔

■

Taha Naseem
2793, Pahari Bhojla
Delhi - 110006

عادل حیات

کہانی

امی فاختہ

بڑے بوڑھے کہتے ہیں کہ ہندوستان کے دور دراز علاقے میں ایک گاؤں تھا۔ گاؤں کے بیچ و بیچ چوراہا تھا۔ ایک چوڑی سڑک جو باہر سے گاؤں کے اندر جاتی تھی، اس سڑک سے چوراہے پر پہنچ کر بائیں طرف مڑتے ہی مختلف طرح کے درختوں کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان میں سے کئی درختوں پر گھونسلے بنے ہوئے تھے۔ جن میں طرح طرح کی چڑیاں رہتی تھیں۔ انھیں میں سے ایک گھونسلے میں فاختہ کا جوڑا اپنے ننھے منے بچوں کے ساتھ رہتا تھا۔ بچے بہت ہی شرارتی تھے۔ ایک گھڑی بھی چین سے نہیں بیٹھتے۔ امی فاختہ کی کڑی نگرانی کے باوجود ان کی شرارتیں جاری رہتیں۔ ان کی نگاہیں کیا چوکتیں، بچوں کی تو باچھیں کھل جاتیں۔ ابو فاختہ گھر پر ہوتے تو ایسا لگتا جیسے بچوں کے پَر کسی نے کُتر دیے ہوں۔ وہ بے صبری کے ساتھ ابو کے باہر جانے کا انتظار کرتے رہتے۔ ابو فاختہ تڑکے اٹھ جاتے۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد بچوں کے ساتھ ناشتہ کرتے اور پھر دانہ پانی کی تلاش میں نکل جاتے۔ ان کے جانے کے بعد امی فاختہ گھر کی صاف صفائی میں لگ جاتی اور بچے مٹر گشتی میں۔

اسی طرح ان کی زندگی ہنسی خوشی گزر رہی تھی۔ ایک دن ابو فاختہ کے جانے کے بعد امی فاختہ نے گھر کی صاف صفائی کی اور بچوں کو اپنی شرارتوں سے باز رہنے اور گھر سے باہر نہ جانے کی ہدایت کرتے ہوئے، پڑوس کی کبوتر آنٹی کے یہاں چلی گئیں۔ کبوتر آنٹی کا منجھلا بیٹا بیمار تھا۔ امی فاختہ کئی دنوں سے

سوچ رہی تھیں کہ کبوتر آنٹی کے یہاں جا کر ان کے بیٹے کو دیکھ آؤں، لیکن انھیں گھر کے کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ آج ابو فاختہ تڑکے گھر سے نکل گئے تو امی فاختہ نے موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جلدی جلدی اپنے کام نپٹائے اور اڑتی ہوئی آنکھوں سے اوجھل ہوگئیں۔ ان کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک تو گھر میں شانتی رہی، لیکن اچانک ایک طوفان آیا اور گھونسلا اِدھر اُدھر جھول گیا۔ یہ طوفان بچوں کا برپا کیا ہوا تھا۔ وہ امی فاختہ کے نہ ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کھیل میں مشغول ہوگئے۔ وہ کھیلتے کھیلتے تھک گئے تو تھوڑی دیر کے لیے آرام کرنے لگے۔ اسی درمیان چھوٹے چنّے نے بڑے سے کہا:

”منّے بھیّا!..... میں بہت بور ہوگیا ہوں...... کیوں نہ باہر جا کر کھیلیں۔“

”ہاں..... میری حالت بھی کچھ ایسی ہی ہے..... آؤ باہر چلتے ہیں۔“

منّے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ دونوں باہر جانے کے لیے تیار ہوئے اور گھر کی چوکھٹ پر جا کر ٹھٹھک گئے۔ انھیں امی کی ہدایت یاد آئی اور باہر نکلتے ہوئے دل دھڑکنے لگا۔ وہ مایوس ہوکر مڑنے ہی والے تھے کہ ان کی نظر باہر کھیلتے ہوئے بچوں پر پڑی۔ ان کو دیکھ کر دونوں امی کی ہدایت بھول گئے اور اپنے چھوٹے چھوٹے پنکھ تولتے ہوئے نیچے میدان میں چلے گئے۔ وہاں پر ایک عجیب کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ سبھی بچے اپنی ننھی ننھی چونچ سے تنکے اٹھاتے اور دوسری جگہ لے جا کر رکھ دیتے۔ اس کام میں جو تیزی دکھاتا، اس کے سر جیت کا سہرا باندھا جاتا۔ یہ دونوں بھائی بھی اس کھیل میں شریک ہوگئے۔

ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک ان پر کوئی بھاری سی چیز گری۔ جس کے پھندے میں چنّے اور منّے بھی دوسرے بچوں کے ساتھ پھنس گئے۔ انھوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو اوپر جال تنا ہوا تھا اور شکاری دور کھڑے اپنی کامیابی پر مسکرا رہے تھے۔ پہلے تو سمجھ میں کچھ نہیں آیا، تھوڑی دیر بعد سوچنے سمجھنے کے قابل ہوئے تو اڑنے کی لاکھ کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکے اور چیں چیں، چوں چوں کرتے ہوئے شور مچانے لگے۔ جس کی گونج دور دور تک پہنچنے لگی۔ امی فاختہ کے کانوں میں چیں چیں، چوں چوں کی آواز پہنچی تو ان کا دل دھک سے بیٹھ گیا۔ وہ سوچنے لگی کہ کہیں یہ آواز میرے بچوں کی نہ ہو۔ انھوں نے کبوتر آنٹی سے اجازت مانگی اور اڑتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ انھوں نے دیکھا کہ شکاری اپنے کندھے پر جال لادے ہوئے ہیں۔ جس میں کئی بچے پھنسے ہوئے چیں چیں، چوں چوں کر رہے ہیں۔ انھوں نے قریب جا کر غور سے دیکھا تو چنے منے میاں بھی پھنسے رو رہے ہیں۔ ان کی آواز روتے روتے بیٹھ گئی تھی۔ امی کو دیکھ کر زور زور سے چیخنے کی کوشش کرنے لگے، لیکن ان کی آواز گلے میں پھنس کر رہ گئی۔ امی فاختہ نے انھیں اس حال میں دیکھا تو صبر کا باندھ ٹوٹ گیا۔ وہ اپنے بچوں کی رہائی کی کوشش میں جُٹ گئیں اور چیں چیں کرتے ہوئے شکاریوں کے سر کے اوپر منڈلانے لگیں۔ اسی درمیان شکاری کا دوسرا ساتھی بھی آگیا۔ وہ خوش لباس تھا۔ اس کے چلنے اور باتیں کرنے کا انداز دوسروں سے بہت الگ تھا جو اس کے تہذیب یافتہ ہونے کا پتہ دے رہا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ شکاری کے سر کے اوپر شور کرتی ہوئی امی فاختہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا:

کہانی

''یہ چڑیا تمھارے اوپر کیوں شور کر رہی ہے۔''

اس کے ساتھی نے اپنے کاندھے سے جال اتار کر زمین پر رکھتے ہوئے جواب دیا:

''اس کے بچے ہمارے جال میں پھنس گئے ہیں۔''

خوش لباس تہذیب یافتہ شخص نے جال میں پھنسے بچوں کو غور سے دیکھا اور پھر امی فاختہ کی طرف نظر کی، جو اپنے بچوں سے الگ ہو کر تڑپ رہی تھی۔ اسے اپنے بچپن کے دن یاد آ گئے۔ وہ کھیلتے کھیلتے جب بھی گھر سے باہر نکل جاتا تو کس طرح امی پریشان ہو جاتی تھیں۔ ان کا چین وسکون کھو جاتا اور ان کی آدھی جان نکل جاتی۔ وہ پاگلوں کی طرح اسے کھوجتی پھرتیں اور وہ کھیلتے ہوئے نظر آ جاتے تو امی سینے سے چمٹا کر اسے بے تحاشا پیار کرنے لگتیں۔ یہ سب سوچتے سوچتے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسے امی فاختہ اپنی ماں جیسی لگیں۔

اس نے اپنی آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو پوچھتے ہوئے ساتھیوں سے کہا:

''جال میں پھنسے چڑیا کے بچوں کو آزاد کر دو۔''

اس کے ساتھیوں نے ہچکچاہٹ دکھائی تو خوش لباس تہذیب یافتہ شخص نے اپنی بات دہرائی۔ اس مرتبہ ساتھیوں نے بھاری من سے جال کے منہ پر لگی رسی کو کھول دیا اور بچے چیں چیں، چوں چوں کرتے ہوئے اڑ گئے۔ امی فاختہ نے خوش لباس تہذیب یافتہ شخص کے قریب آ کر شکریہ ادا کیا اور چیں چیں کرتی ہوئی پنکھوں کو تیز تیز گردش دیتے ہوئے اپنے بچوں کے ساتھ آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔

■

Adil Hayat
S-11/11, Jogabai Extention
Jamia Nagar, New Delhi - 110025
Mobile No.: 9313055400

روشن دان

خاموشی کی بھیک

مشہور یونانی فلسفی اور درویش سینٹ جانس کلبی ایک بار ایک بت کے پاس کھڑا بت سے بھیک مانگ رہا تھا۔ ایک شخص نے اسے دیکھ کر ٹوکا 'بت سے بھیک طلب کرنا تو بے وقوفی ہے۔ یہاں تم کو خاموشی کے سوا کیا ملے گا؟

سینٹ جانس نے جواب دیا۔'' اس وقت مجھے جواب میں خاموشی ہی چاہیے۔ تا کہ میں خود کو اس کا عادی بنالوں اور کل اگر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پیش آئے تو ان کی خاموشی مجھے اداس نہ کر سکے۔''

بن بلائے مہمان کا شکریہ

راجہ بیر بل نے ایک تقریب کے موقع پر اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی دعوت کی ۔اس دعوت میں کچھ لوگ بغیر بلائے بھی چلے آئے جن کو بیر بل نے پہچان لیا۔ جب مہمان کھانے سے فارغ ہو چکے تو بیر بل نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: '' آپ حضرات جو میری درخواست پر یہاں تشریف لائے بلاشبہ میرے شکریہ کے حق دار ہیں اور وہ حضرات تو میرے خصوصی شکریہ کے حق دار ہیں جنھوں نے مجھے درخواست کرنے کی زحمت بھی نہیں دی اور بن بلائے ہی چلے آئے۔''

لمبا انتظار

یونانی فلسفی سقراط نے ایک بار ایک شخص کو راہ میں دیر سے کھڑا دیکھ کر پوچھا: ''تمھیں کس کا انتظار ہے؟''

اس نے کہا: ''ایک انسان کا''

سقراط نے کہا: ''پھر تو تمھارا انتظار کافی لمبا ہو سکتا ہے تمھیں قیامت تک اسی طرح کھڑا رہنا پڑے۔''

بازو نہیں بھیجے

ایک جنگ میں اسلامی لشکر کے ایک سپاہی نے تلوار کے فن کا زبردست کمال دکھایا۔ اس نے اپنی تلوار سے دشمنوں

پرخوف طاری کر دیا اور صفیں کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔ خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ نے جنگی مورچہ سے آئی خبروں میں جب اس مجاہد کے کارنامے کی تعریف سنی تو انھیں وہ تلوار دیکھنے کا شوق ہوا۔ تلوار منگوا کر جب آپ کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپ کو بڑی حیرت ہوئی۔ آپ نے فرمایا: ''یہ تو بہت معمولی تلوار ہے۔

مجاہد کو خلیفہ کے حیران ہونے کی خبر ملی تو اس نے اطلاع بھیجی ''امیر المومنین! میں نے صرف تلوار بھیجی تھی، وہ بازو نہیں بھیجے جن سے یہ تلوار چلائی جاتی ہے۔''

کامیابی کا راز

ونسٹن چرچل طالب علمی کے زمانے میں لاطینی زبان اور حساب میں کم زور تھے۔ ان مضامین میں کم زور ہونے کی وجہ سے وہ تیسری جماعت میں تین دفعہ فیل ہوئے تھے۔ ادب میں نوبل پرائز پانے کے بعد جب ان کی شہرت آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگی تو کسی نے ان کی کام یابی کا راز پوچھا۔

چرچل نے مسکراتے ہوئے کہا: ''میری کام یابی کا راز یہ ہے کہ میرے علم کی بنیاد بہت پکی ہے۔ ابتدائی کلاس میں جہاں میرے دوسرے ساتھی صرف ایک سال رہے تھے، میں پورے تین سال رہا تھا۔''

احتیاط

امام بخاریؒ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ انھوں نے حدیثیں جمع کرنے میں بڑی احتیاط اور جاں فشانی کا ثبوت دیا ہے۔ ایک بار ایک حدیث کی جانچ کے لیے وہ ایک راوی کے پاس گئے جس نے وہ حدیث بیان کی تھی۔ راوی کے گھر کے قریب پہنچ کر انھوں نے دیکھا کہ راوی کا گھوڑا کھونٹے سے نکل بھاگا ہے اور وہ خالی برتن ہاتھ میں لیے اسے چمکار کر بلا رہا ہے۔ گھوڑا دھوکے میں چلا آیا۔ راوی نے اسے پکڑ لیا۔ امام بخاریؒ نے یہ حال دیکھا تو حدیث پوچھے بغیر لوٹ گئے۔ انھوں نے سوچا کہ ایسے شخص کا کیا اعتبار جو جانور کو دھوکا دینا درست سمجھتا ہو۔

کھردرے ہاتھ

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت محمدؐ کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ سے مصافحہ کیا اور محبت سے آپ کے ہاتھوں کو چوما۔ حضرت محمدؐ نے پوچھا۔ ''تمھارے ہاتھ اتنے کھردرے کیوں ہیں؟''

اس نے کہا ''حضورؐ میں اپنے بچوں کی پرورش کے لیے لکڑیاں کاٹتا ہوں۔''

یہ سن کر اللہ کے نبیؐ نے اس شخص کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

تردید

برنارڈ شا نے ایک بار ایک اخبار میں بیان دیا: ''ہماری حکومت کے آدھے عہدے دار چور ہیں: ''اس بیان پر بڑا واویلا مچا اور شا سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنا بیان واپس لیں۔ آخر اس شور کو دبانے کے لیے شا نے اس کی تردید یوں کی۔ ''ہماری حکومت کے آدھے عہدہ دار چور نہیں ہیں۔''

پوچھنے کی بات

امریکہ کے ایک سابق صدر ولیم ہاورڈ بہت زیادہ موٹے

تھے۔ ایک بار وہ پہاڑی سفر پر گئے اور اپنے ایک دوست کو سفر کی روداد بھیجی: ''آج میں گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر 25 میل اونچی چوٹی پر گیا۔ لطف یہ ہے کہ تکان بالکل نہیں ہوئی۔''

دوست نے تار کے ذریعہ دریافت کیا گھوڑے کا کیا حال ہے؟

پگڑی بدل بھائی

محمد شاہ کی درخواست پر جب نادر شاہ نے اپنے سپاہیوں کو دہلی میں قتل عام روک دینے کا حکم دیا تو محمد شاہ نے شکر گزاری کے طور پر نادر شاہ کو سیکڑوں قیمتی تحفے دیے۔ ان میں شاہ جہاں کا تختِ طاؤس بھی شامل تھا۔ لیکن کوہ نور ہیرا بادشاہ نے اپنے پاس ہی چھپائے رکھا۔ یہ بات نادر شاہ کو معلوم ہوگئی۔ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہیرا کہاں چھپایا گیا ہے۔

نادر شاہ نے بادشاہ سے ملاقات کی اور کہا ''آج سے دہلی میں امن و امان ہوگیا۔ کیوں نہ اس خوشی میں ہم پگڑی بدل بھائی بن جائیں؟''

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا تاج محمد شاہ کے سر پر رکھ دیا اور محمد شاہ کا تاج اُتار کر خود پہن لیا۔

اس تاج کے اندر ہی کوہ نور ہیرا چھپا ہوا تھا۔

■

Dr. Mushtaque Azmi
25 Azmi Mansion
Kishori Gali, G.C. Mitra Road,
Asansol-713301 (West Bengal)

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں 'بچوں کی دنیا' کا رکن سالانہ خریدار بننا چاہتا/چاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر.................... بتاریخ....................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِ تعاون سالانہ -/100 روپے IFSC: SYNB0009009، A/C: 90092010045326 میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159, E-mail.:sales@ncpul.in

دستخط

آخری قسط

انصاف

(ڈرامہ)

مصنف: محسن خان

مصور: فجر الدین

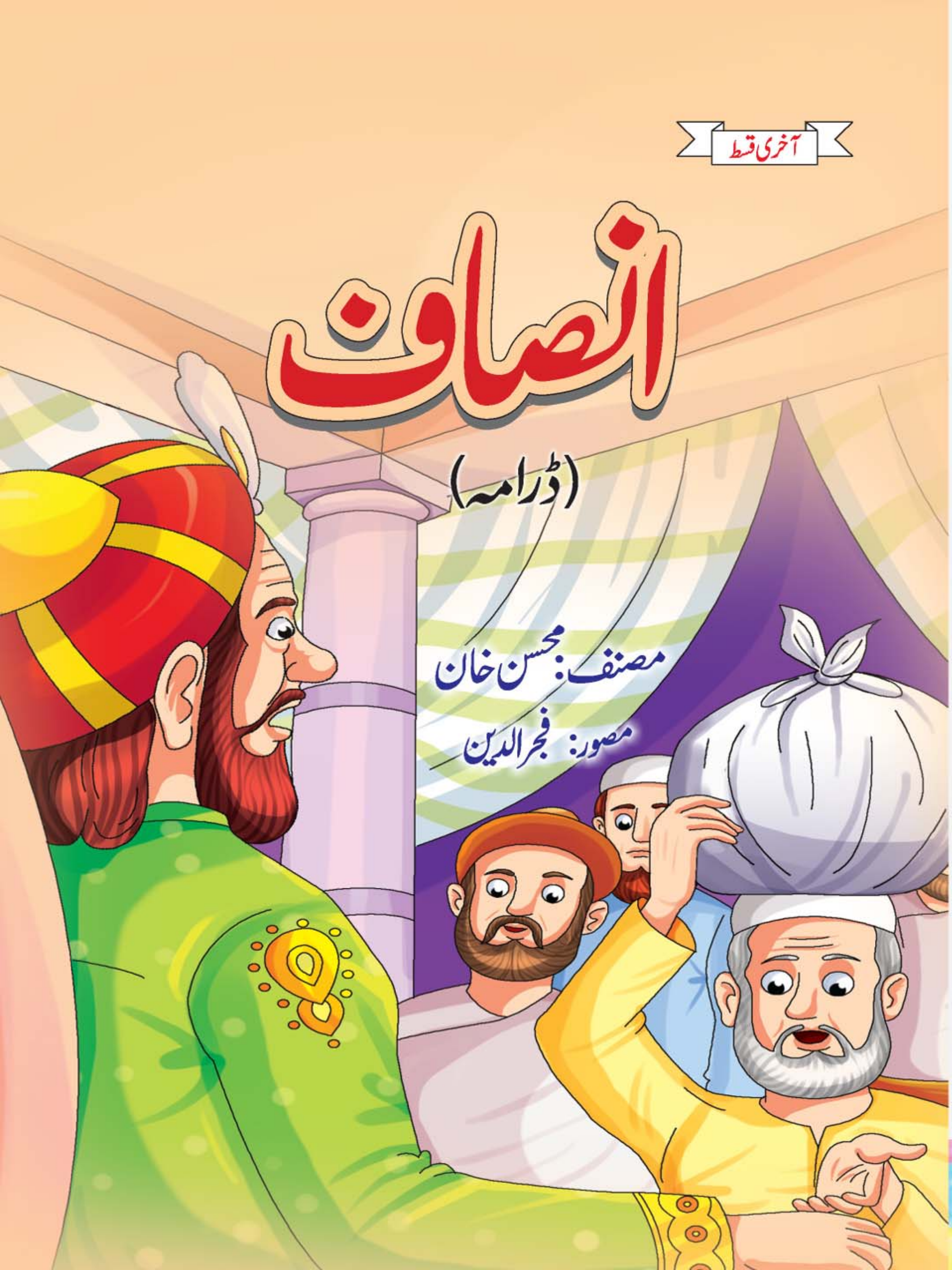

مہاراجہ: پہلے امانت چُرا کر لے گئے اور اب لوٹانے آئے ہو؟

انصار: حضور گٹھری میں نے نہیں، اس آدمی نے چُرائی تھی جو مجھ سے پہلے دربار میں حاضر ہو چُکا ہے۔

(دربار میں موجود تمام لوگ حیرت بھری نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں)

مہاراجہ: (سب کی طرف دیکھ کر) وہ مجرم کون ہے، جو دیدہ دلیری کے ساتھ دربار میں حاضر ہو چُکا ہے اور مجھے خبر بھی نہیں ہوئی ہے

انصار: نہ صرف دربار میں حاضر ہو چُکا ہے، بلکہ گٹھری چُرانے والے کے لیے سزا کی بھی تجویز پیش کر رہا ہے۔

مہاراجہ: (خفگی کے ساتھ) صاف صاف بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

انصار: حضور میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گٹھری میں نے نہیں، اس آدمی نے چُرائی تھی۔ (امیر علی کی طرف اشارہ کرتا ہے)

امیر علی: حضور یہ جھوٹ بولتا ہے، میں اپنی گٹھری کیوں چُرانے لگا۔

(ہادی سے مخاطب ہو کر) تم بولتے کیوں نہیں خاموش کیوں ہو؟

مہاراجہ: (انصار سے مخاطب ہو کر) گٹھری انھوں نے چُرائی تھی تو تمھارے پاس کیسے پہنچ گئی؟

انصار: حضور، رات کو میں ان مسافروں کو کھانا اور چراغ دینے کے بعد گھر جا کر سو گیا۔ آدھی رات کے وقت میری آنکھ کھُلی تو خیال آیا کہ سرائے جا کر دیکھوں کہ مسافر کس حال میں ہیں جیسے ہی سرائے کے پاس پہنچا تو دیکھتا کیا ہوں کہ یہ آدمی سر پر گٹھری رکھے

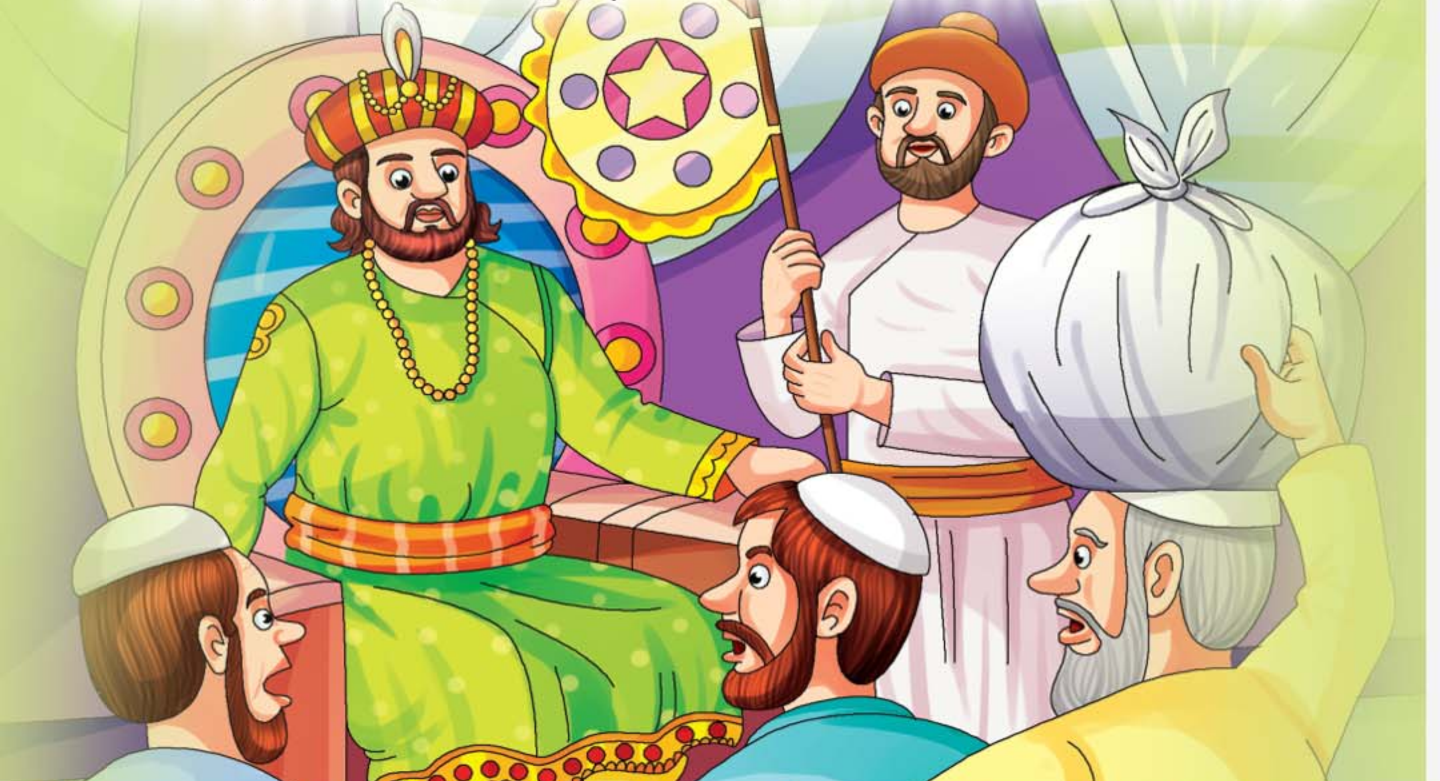

سرائے کے پیچھے جا رہا ہے۔ میں اس کا تعاقب کرتا ہُوا وہاں گیا۔ سرائے کے پیچھے پہنچ کر اس نے گٹھری ایک ٹوٹی ہوئی قبر میں رکھ دی اور واپس آ کر اپنے ساتھی کے پاس لیٹ گیا۔ میں نے سوچا کہ شاید یہ آدمی اپنی گٹھری کو زیادہ حفاظت سے رکھنا چاہتا ہے۔ لہٰذا میں خاموشی کے ساتھ وہاں سے واپس چلا گیا۔------- صبح جب میری آنکھ کھلی تو ان لوگوں کے لیے ناشتہ لے کر سرائے پہنچا لیکن ان کو وہاں موجود نہ پا کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں قبر کے پاس گیا، گٹھری قبر میں رکھی ہوئی تھی۔ میں نے سوچا یہ گٹھری شاہی مال خانے میں جمع کر دوں۔ اسی لیے لے آیا ہوں، میری نیت بالکل صاف ہے مہاراج۔

مہاراجہ: ہوں -------- تو گٹھری خود اس نے چُرائی تھی؟

(مہاراجہ امیر علی کی طرف غور سے دیکھتا ہے امیر علی گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھتا ہے جیسے بھاگنا چاہتا ہو۔)

با۔ن۔: (امیر علی کی طرف حیرت بھری نظروں سے دیکھ کر) تو گٹھری تم نے چُرائی تھی۔

مہاراجہ: میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے گٹھری کیوں چُرائی تھی؟

امیر علی: حضور! اس اجنبی نے مجھے بتایا تھا کہ آپ بڑے نیک دل اور انصاف پسند انسان ہیں اور یہ کہ اگر تمھاری دمڑی کا بھی نقصان ہوگا تو وہ اس کے بدلے میں تم کو ہزاروں اشرفیاں دے دیں گے۔ میں نے سوچا کہ اگر گٹھری چوری ہو جانے کا بہانہ کروں گا تو مجھے اس کے بدلے لاکھوں اشرفیاں مِل جائیں گی

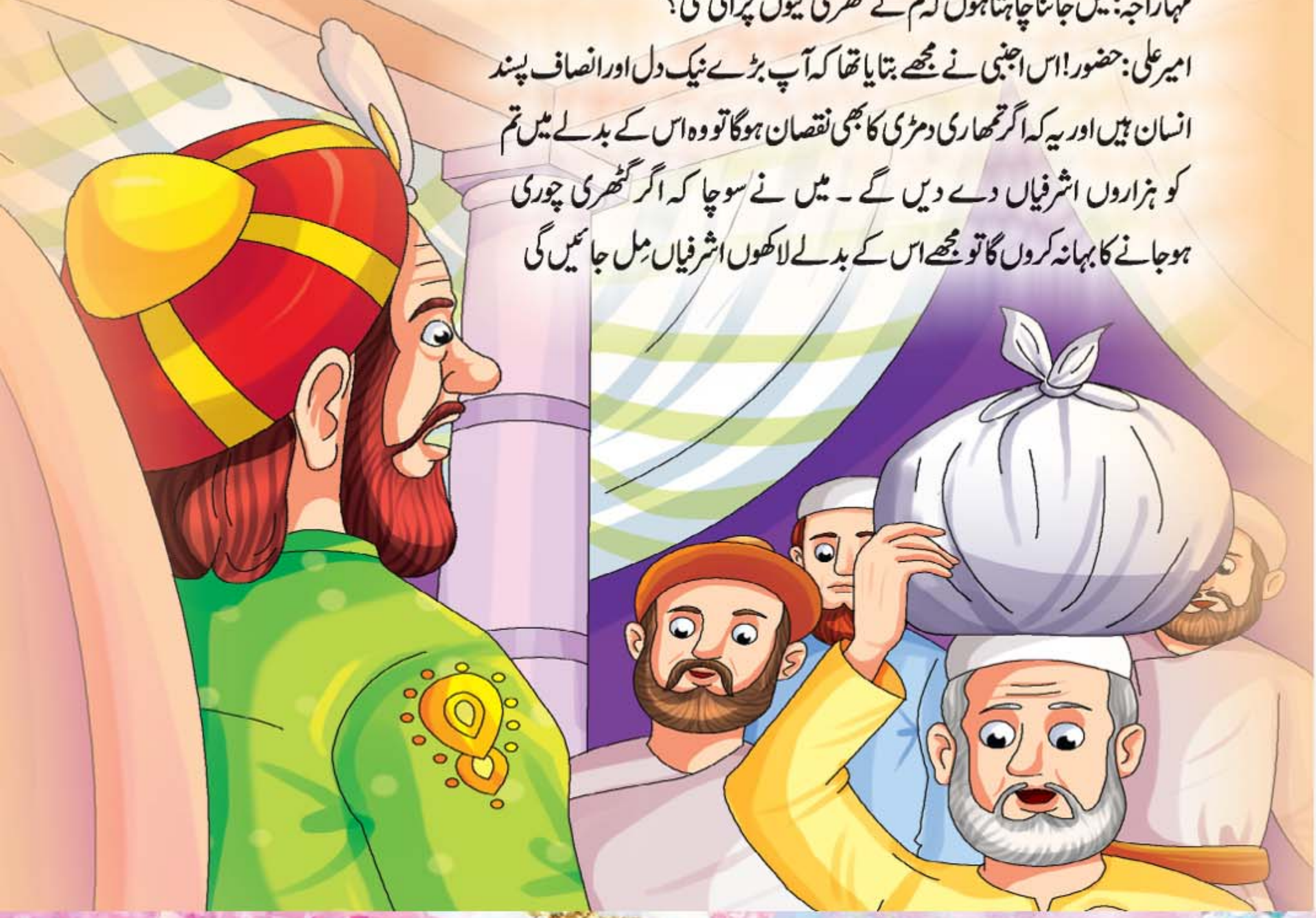

اور بعد میں گٹھری بھی میری ہو جائے گی۔ بس اس لیے میں نے گٹھری چھپادی تھی۔

امیر علی: بڑے چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو۔ ہماری ریاست میں اس سے پہلے کسی نے کوئی جُرم نہیں کیا تھا آج تم نے یہ مکّاری کر کے ہمیں شرمندہ کر دیا، اب تم دربار کے باہر اس وقت تک اُلٹے لٹکے رہو گے جب تک تمھارے بدن کا سارا گوشت چیل کوّے نہیں کھا لیتے۔

امیر علی: (گڑگڑا کر) حضور، اب ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا، میں شرمندہ ہوں مجھے معاف کر دیجیے۔

مہاراجہ: (دربار میں موجود تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر) آپ لوگوں کا کیا خیال ہے، اسے سزا ملنی چاہیے؟

سب لوگ: ملنی چاہیے مہاراج، ضرور ملنی چاہیے۔

مہاراجہ: (انصار سے مخاطب ہو کر) تمھارا کیا خیال ہے؟

انصار: مہاراج! غلطی تو انسان سے ہی ہوتی ہے۔ اب یہ شرمندہ ہے اور معافی مانگ رہا ہے تو معاف کر دینا ہی چاہیے۔

مہاراجہ: ہوں (امیر علی سے مخاطب ہو کر) ایک نیک انسان تمھاری سفارش کر رہا ہے اس لیے معاف کیے دیتا ہوں۔ اب تم گٹھری سے اپنا سامان نکال لو اور میری ریاست سے باہر چلے جاؤ، آئندہ کبھی ادھر کا رُخ مت کرنا میری ریاست میں مکّار لوگوں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

(سپاہی سے مخاطب ہو کر) اسے ریاست کے باہر چھوڑ دیا جائے۔

سپاہی: اچھّا مہاراج (سپاہی امیر علی کو لے کر باہر چلا جاتا ہے)

مہاراجہ: (ہادی سے) تم ہمارے مہمان ہو جب تک چاہو شاہی مہمان خانے میں رُک سکتے ہو۔ یہاں تم کو جس چیز کی ضرورت ہوگی مل جائے گی۔

ہادی: (سر کو جُھکا کے) مہاراج کا شکریہ۔

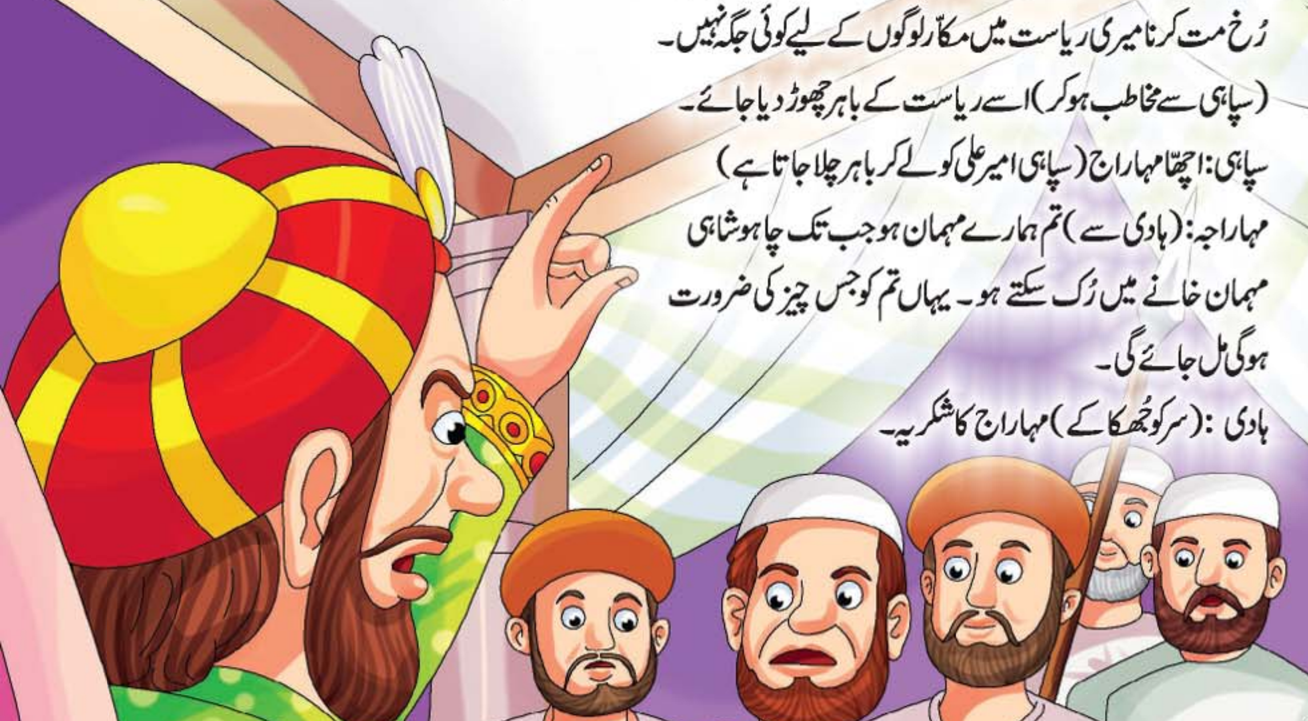

مہاراجہ: (ایک درباری سے) ان کو شاہی مہمان خانے میں پہنچا دیا جائے۔

درباری: اچھا مہاراج (درباری ہادی کو لے کر شاہی مہمان خانے کی طرف جاتا ہے)

مہاراجہ: (انصار سے) میں تمھارے نیکی اور ایمانداری سے بہت خوش ہوں۔

انصار: یہ تو میرا فرض تھا مہاراج، بلکہ دوسروں کے ساتھ نیکی اور ہمدردی کا سلوک کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔

مہاراجہ: ہُوں۔ (سوچ کر) تم کو جتنی دولت کی ضرورت ہو شاہی خزانے سے لے سکتے ہو۔

انصار: دنیا کی سب سے بڑی دولت میرے پاس ہے مہاراج۔

مہاراجہ: دنیا کی وہ سب سے بڑی دولت کیا ہے؟

انصار: مہاراج، دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے میرا ایمان۔

مہاراجہ: بے شک، تم بہت دولت مند انسان ہو۔

انصار: اب اجازت چاہتا ہوں، مہاراج۔

مہاراجہ: تم اپنی مرضی کے مالک ہو۔

انصار: خدا حافظ۔

مہاراجہ: خدا حافظ۔

(انصار اطمینان کے ساتھ چلتا ہُوا دربار سے جاتا ہے، مہاراجہ اور درباری اس کی طرف دیکھتے ہیں)

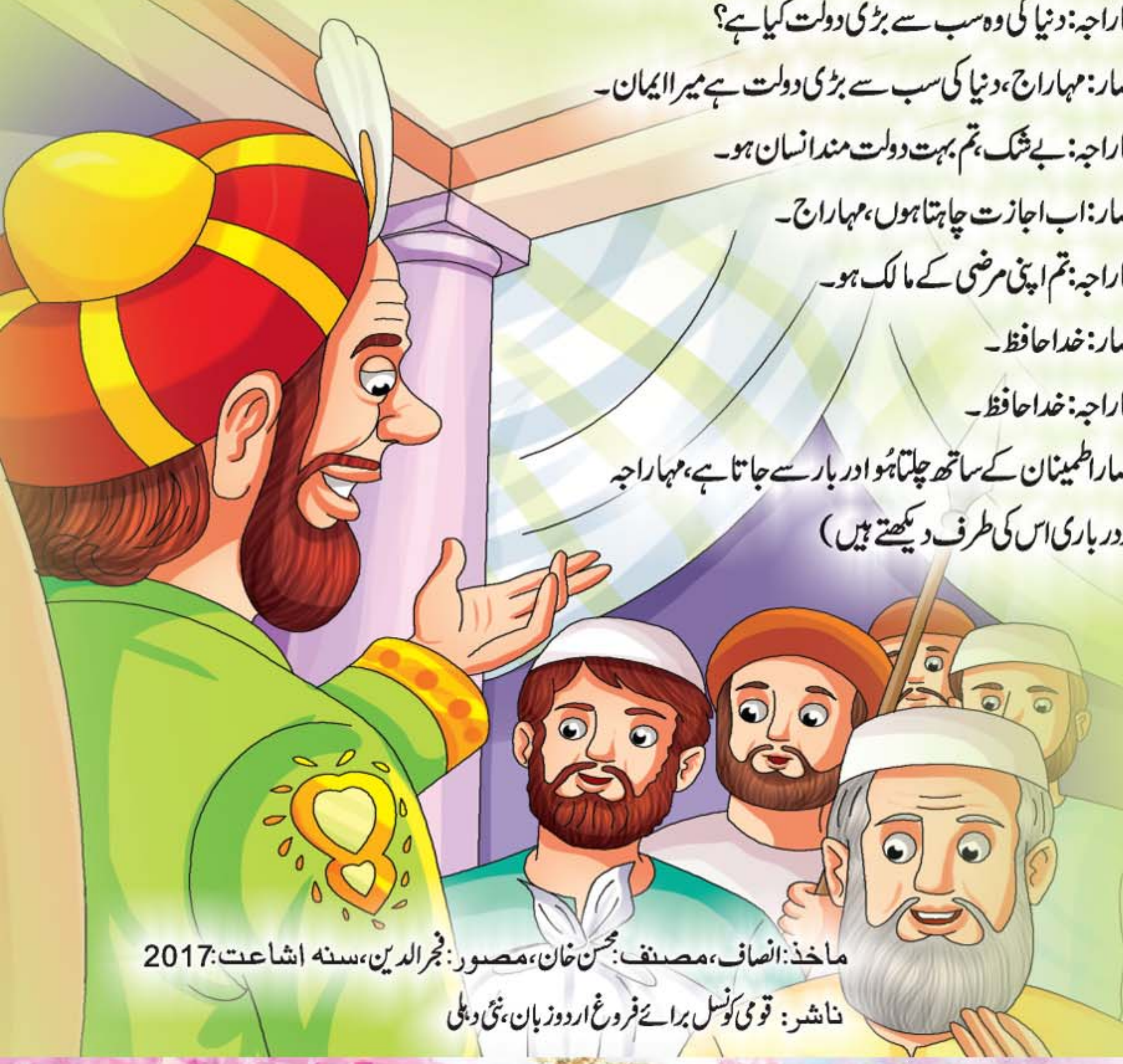

ماخذ: انصاف، مصنف: محسن خان، مصور: فجر الدین، سنہ اشاعت: 2017
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی قسط

بے زبان ساتھی

وکیل نجیب

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی

قسط وار

پیارے دوستو! 'بچوں کی دنیا' میں آپ کئی مشہور سلسلے پڑھ چکے ہیں۔ اب تازہ شمارے سے ہم ایک نیا سلسلہ 'بے زبان ساتھی' شروع کررہے ہیں۔ بچوں کے مشہور ادیب جناب وکیل نجیب نے یہ ناول تحریر کیا ہے۔ وکیل نجیب کو 2016 میں ساھتیہ اکادمی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے۔ انھوں نے بچو ںکے لیے درجنوں کتابیں تحریر کی ہیں۔ اس ناول میں ایک عام سے لڑکے جنید کی کہانی بیان کی گئی ہے جو اپنے بے زبان ساتھیوں کی مدد سے بہت اونچے مقام تک پہنچتا ہے۔ اس ناول میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہمیں مصیبت کے وقت ہر کسی کے کام آنا چاہیے اور ہمیں ہر اچھے کام کا صلہ ضرور ملتا ہے۔ اب آپ جنید کی اس داستان سے لطف اندوز ہوں۔ ہمیں آپ کے خطوط کا انتظار رہے گا۔ (ادارہ)

بہت دنوں کی بات ہے ایک گاؤں میں ایک بیوہ عورت رہا کرتی تھی۔ خدیجہ اس کا نام تھا۔ عمر کافی ہو چکی تھی۔ دنیا میں اس کا کوئی نہیں تھا سوائے ایک بیٹے کے، جس کا نام جنید تھا، چودہ سال کا تھا، مگر کوئی کام دھندا نہیں کرتا تھا۔ دن بھر اِدھر اُدھر گھومتا پھرتا تھا۔ خدیجہ گھر گھر جا کر کام کرتی یا کھیتوں میں کچھ کام کرتی تھی اور جو کچھ ملتا تھا اسے پہلے اپنے بیٹے کو کھلاتی بعد میں خود کھاتی تھی۔

خدیجہ جنید کو ہمیشہ سمجھاتی کہ بیٹا اب تو بڑا ہو گیا ہے کچھ کام دھندا کیا کر، اس طرح گھومتے پھرتے رہنا بری بات ہے لیکن وہ ایک کان سے سنتا اور دوسرے سے اڑا دیتا۔

خدیجہ اپنے بیٹے سے بے حد پیار کرتی تھی کیونکہ اس کے شوہر کی وہی آخری نشانی تھی۔ اس لیے وہ اس پر کوئی سختی نہ کرتی تھی۔ ایک روز جنید جنگل میں ایک درخت سے کچھ املیاں توڑ رہا تھا جو اس گاؤں کے پاس ہی تھا۔ اچانک اسے دور سے کچھ گھوڑ سوار آتے دکھائی دیے۔ اسے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیوں گاؤں کی طرف جا رہے ہیں۔ جس درخت پر وہ بیٹھا ہوا تھا اس سے تھوڑے فاصلے سے وہ تمام گھوڑ سوار مڑ کر گاؤں کی طرف چلے گئے۔ ان کے چہرے بڑے بھیانک تھے اور ہر ایک کے پاس تلوار اور بھالے تھے۔ جنید سمجھ گیا کہ یہ ضرور ڈاکو ہوں گے جو گاؤں میں ڈاکہ ڈالنے جا رہے ہوں گے۔ جنید نے درخت سے کچھ املیاں توڑیں اور انھیں اپنی جیبوں میں ٹھونسا، نیچے اتر کر گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔

تھوڑی دیر میں جب وہ اپنے گاؤں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ گاؤں کے زمیندار کا مکان جل رہا ہے۔ بہت سے لوگ اس کے بجھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا

بچوں کی دنیا

قسط وار

کہ ڈاکوؤں نے زمیندار کے گھر کو لوٹ لیا ہے اور کئی ہزار روپوں کے زیورات اور نقدی لے کر بھاگ گئے۔ جاتے جاتے انھوں نے گھر میں کام کرنے والی ایک نوکرانی کو بھی مار ڈالا جو انھیں لوٹ مار کرنے سے روک رہی تھی۔

یہ سن کر جنید کے دل پر ایک جھٹکا سا لگا کیونکہ اس کی ماں بھی اکثر زمیندار کے گھر کام کرنے جایا کرتی تھی۔ بھیڑ کو چیرتا ہوا وہ اندر داخل ہوا۔ گھر میں چاروں طرف سناٹا تھا لوگ سہمے ہوئے کھڑے تھے، کچھ لوگ رو رہے تھے۔ کچھ لوگ تسلی دے رہے تھے۔ ان سب لوگوں کو پھلانگتا ہوا وہ کمرے میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کی ماں لہولہان فرش پر پڑی ہوئی ہے۔ خوف سے اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں اور فرش پر خون پھیلا ہوا تھا۔ اپنی ماں کو اس حالت میں دیکھ کر اچانک اس کے منھ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

ماں کے گزر جانے کے بعد اسے ماں کی محبت کا احساس ہوا۔ اب نہ تو کوئی اس سے پیار کرنے والا تھا اور نہ ہی کوئی اسے کھلانے والا تھا۔ وہ دن بھر گاؤں میں آوارہ پھرتا رہا لیکن کسی نے اس سے ہمدردی نہ کی، کسی نے اسے کھانے کو نہ پوچھا۔ آخر اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ اس گاؤں میں نہیں رہے گا۔ گاؤں چھوڑ کر چلا جائے گا۔

دوسرے دن صبح اٹھا اور اسی جنگل کی طرف چل پڑا جدھر سے ڈاکو آئے تھے کیونکہ وہی راستہ شہر کو جاتا تھا۔ گاؤں کی سرحد پار کر رہا تھا کہ اسے ایک آدمی دکھائی دیا۔ جس کے پاس بہت سا سامان تھا اور وہ اسے بڑی مشکل سے لے جا رہا تھا۔ اس نے جنید کو دیکھا تو کہا بیٹے ذرا یہ سامان میرے گھر پہنچا دو، میں تمھیں اس کے لیے پیسے دوں گا۔

جنید دن بھر کا بھوکا پیاسا تھا مگر اس نے وہ سامان سر پر اٹھا لیا اور اس آدمی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹہ چلنے کے بعد اس آدمی کا گھر آیا۔ اس نے وہ سامان وہاں اتار دیا اور اس آدمی نے اسے کچھ پیسے دیے اور اس کے پاس ایک پیکٹ تھا جس میں کچھ روٹیاں اور سبزی تھی۔ وہ بھی اس نے جنید کو دے دی۔ اس نے شکریے کے ساتھ یہ چیزیں لے لیں، صبح سے بھوکا تو تھا ہی، سب سے پہلے روٹیاں کھائیں اور

قسط وار

اللہ کا شکر ادا کیا، پھر آگے چل پڑا۔

کچھ دور چلنے پر اُسے ایک نیم کا بڑا سا درخت ملا۔ وہاں ایک کنواں بھی تھا۔ اس نے درخت کے سائے میں کاغذ کا وہ پیکٹ کھولا اس میں کچھ پراٹھے تھے اور آلو کی سبزی بھی۔ اس نے کنوئیں سے پانی نکالا اور درخت کے سائے میں بیٹھ کر اسے کھانے لگا۔ ابھی اس نے تھوڑا سا ہی کھانا کھایا تھا کہ ایک کتا اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور دم ہلانے لگا اس نے کچھ روٹی اور آلو کی سبزی اسے بھی دی جسے اس نے کھایا۔ اس طرح جنید تھوڑا خود کھاتا تھا اور تھوڑا اسے دیتا تھا۔ اس طرح دونوں نے پیٹ بھر کر کھالیا اور کویں کا پانی پہلے جنید نے پیا پھر کتے کو پلایا۔ اس طرح جنید کے جسم میں توانائی پیدا ہوگئی۔ قوت آگئی جس کی وجہ سے اس میں چلنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا۔ تھوڑی سی روٹی اور سبزی بچ گئی تھی۔ اس نے پیکٹ کو اچھی طرح باندھ لیا اور جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے دیکھا کہ وہ کتا جسے اس نے روٹی اور سبزی کھلائی تھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا۔ اسے ایک سہارا مل گیا۔ اس کی ڈھارس بندھ گئی اور خوف ختم ہو گیا۔ اس طرح جنگل کی پگڈنڈی پر چلتے چلتے انھیں تقریباً ایک گھنٹہ بیت گیا۔ ایک مقام پر جنید کو بڑی گھنی جھاڑیاں دکھائی دیں۔ وہاں پہنچ کر کتا وہیں رک کر بھونکتا ہی رہا۔ آخر جنید بھی وہاں پہنچ گیا اور ان گھنی جھاڑیوں میں جھانک کر دیکھنے لگا۔ اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ایک نہایت ہی خوبصورت گھوڑا ان جھاڑیوں میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ اس گھوڑے کی پیٹھ پر نہایت ہی قیمتی کپڑا پڑا ہوا تھا زمین سدھی ہوئی تھی۔ جھاڑیوں میں کسی طرح گھوم کر جنید اندر گیا اور جھاڑیوں کو توڑ تاڑ کر اس نے بڑی مشکل سے اس گھوڑے کو آزاد کیا۔ گھوڑا بھوک سے بے حال تھا باہر آتے ہی اس نے ہری ہری گھاس پر منہ مارنا شروع کر دیا۔ جنید کو بڑی حیرت ہو رہی تھی کہ ان گھنی جھاڑیوں میں یہ خوبصورت اور تندرست گھوڑا کس طرح آ گیا۔ بہرحال اس نے گھوڑے کی لگام ہاتھ میں تھامی اور آگے کی طرف بڑھا۔ ابھی اس نے تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تھا کہ اچانک پگڈنڈی سے تھوڑے فاصلے پر اسے ایک تلوار پڑی ہوئی دکھائی دی۔ اس نے بڑھ کر تلوار اٹھالی۔ اس تلوار کا دستہ نہایت قیمتی پتھروں سے جڑا ہوا تھا جو دھوپ میں جھلمل جھلمل چمک رہے تھے۔ وہ تلوار کو غور سے دیکھنے لگا اور سوچنے لگا کہ اس تلوار کا گھوڑے سے کچھ تعلق ہونا چاہیے۔ بہرحال اس نے تلوار ہاتھ میں لے لی اور آگے کی طرف روانہ ہوا۔ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ ایک مقام پر اسے کچھ کپڑے کے ٹکڑے پڑے دکھائی دیے۔ کپڑے نہایت قیمتی تھے اس نے ان کپڑوں کو اٹھا کر دیکھا ان پر جگہ جگہ خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ان کپڑوں کو گھوڑے کی پیٹھ پر رکھ دیا اور آگے کی طرف روانہ ہوا۔ اسی طرح چلتے چلتے دوپہر ہوگئی۔ جنید کو بھوک محسوس ہوئی۔ تھوڑی دوری پر ایک ندی ملی۔ جنید نے وہی بچی ہوئی روٹیاں اور سبزی نکالی اور کھانے لگا، کتا بھی اس کے ساتھ تھا، گھوڑا گھاس کھانے میں مصروف ہو گیا۔ کچھ روٹیاں کھانے کے بعد جنید پانی پینے کے لیے ندی پر گیا۔ ابھی وہ پانی پینے کے لیے جھکا ہی تھا کہ ندی کے کنارے کی جھاڑیوں میں سے بڑی زور کی آواز آئی۔ اس نے دیکھا ایک نہایت ہی خونخوار شیر ان جھاڑیوں سے نکل کر اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اس پر دہشت طاری ہوگئی وہ گھبرا کر اس طرف بھاگا جہاں اس نے تلوار رکھی تھی لیکن اس

سے پہلے کہ وہ تلوار کو پکڑتا شیر اس کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ شیر اس پر حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ پیچھے سے اس کا ساتھی کتا بالکل اس کے سامنے آ گیا اور اس نے اپنے دونوں پنجے شیر کے کھلے ہوئے جبڑوں میں ڈال دیے۔ شیر نے اسے بری طرح کچل دیا اور جھٹک کر کتے کو دور پھینک دیا کتا پھر دوڑ کر شیر کے سامنے آ گیا اب کی شیر نے اس کی گردن پر اپنے بڑے بڑے دانت گاڑ دیے۔ ایک چیخ کتے کی منہ سے نکلی اور وہ بے جان ہو کر لٹک گیا۔ اتنے عرصے میں جنید نے وہ تلوار اٹھالی اور جب تک کہ وہ کتے کو منہ سے جھٹک کر پھینکتا اس نے تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ شیر کی گردن پر مارا اور اس کی گردن آدھی سے زیادہ کٹ گئی۔ شیر کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی۔ جنید نے اسی پھرتی سے شیر کی گردن پر دوسرا ہاتھ مارا اور گردن دھڑ سے کٹ کر الگ ہو گئی اور اس کا دھڑ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

جنید نے آگے بڑھ کر اس کتے کو دیکھا جسے اس نے صرف دو وقت کی روٹی کھلائی تھی لیکن اس کی خاطر اس نے اپنی جان قربان کر دی۔ کتا بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ جنید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے کتے پر پیار بھری ایک نظر ڈالی۔ شیر کے کٹے ہوئے سر کو اٹھایا اور جہاں گھوڑا گھاس چر رہا تھا وہاں آیا۔ اس نے گھوڑے کی پیٹھ پر ایک کپڑے سے شیر کے کٹے ہوئے سر کو اچھی طرح باندھ دیا اور گھوڑے کی لگام تھام کر آگے بڑھنے لگا۔

دوپہر ہو چکی تھی سورج مغرب کی طرف غروب ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ جنید نے تیزی سے اپنے قدم اٹھانے شروع کر دیے۔ اسے گھوڑسواری آتی نہیں تھی ورنہ وہ گھوڑے پر بیٹھ کر آسانی سے جنگل پار کر سکتا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹہ چلنے کے بعد اچانک اوپر سے کوئی چیز آ کر ایک دم جنید کے سامنے گری۔ پہلے تو وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گیا پھر ذرا غور سے گری ہوئی چیز کو دیکھنے لگا۔ وہ ایک باز تھا جو کافی بڑا تھا بالکل بکری کے بچے کے برابر، اس کی ایک ٹانگ سے خون بہہ رہا تھا جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس نے اس کو اٹھایا اور اس کے زخم کو صاف کیا اور اس پر مضبوطی سے ایک پٹی باندھ دی اور اسے ساتھ میں لے کر چلنے لگا۔ چلتے

چلتے شام ہوگئی اور وہ شہر کے قریب پہنچ گیا۔ اندھیرا چھا چکا تھا۔ شہر کی آبادی دور تھی وہ جلد از جلد کسی ایسی جگہ پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں اسے رات بھر رکنے کی جگہ مل سکے۔ یہی باتیں سوچتا ہوا وہ آگے بڑھ رہا تھا کہ ایک جگہ اسے ایک آدمی بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ اس کے پاس ایک بندر تھا اس آدمی کو دیکھ کر جنید رک گیا اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔ بوڑھا کمزور سا آدمی تھا۔ بندر کی رسی اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ بندر کا کھیل دکھانے والا مداری ہوگا وہ اس اندھیرے میں اسے اکیلا بیٹھا دیکھ کر اس کے قریب پہنچا اور اس سے پوچھا۔

''کیوں بابا یہاں اندھیرے میں اکیلے کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟'' اس مداری نے نظر اوپر اٹھا کر جنید کو دیکھا اور نہایت نحیف آواز میں کہا۔

''بیٹا اچانک میرے سینے میں بڑی زور کا درد اٹھا ہے، اس لیے میں یہاں آ کر بیٹھ گیا ہوں۔''

''بابا تمھارا گھر کہاں ہے؟ جنید نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ چلیے میں آپ کو آپ کے گھر پہنچا دیتا ہوں۔''

''نہیں بیٹے! تم تکلیف مت کرو میں خود چلا جاؤں گا بوڑھے نے کہا۔''

''اچھا ٹھیک ہے تب تک میں بھی تمھارے پاس بیٹھتا ہوں۔'' اتنا کہہ کر جنید بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔

جب بوڑھے مداری نے اسے قریب بیٹھتے ہوئے دیکھا تو خود اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ جنید نے انھیں ہاتھ کا سہارا دے کر کھڑا کیا اور اپنے کندھے کے سہارے سے لے کر انھیں چلنے لگا۔ بوڑھے کے بتانے کے مطابق وہ آگے ہی آگے بڑھتے رہے۔ تقریباً 15 منٹ چلنے کے بعد ایک جھونپڑا دکھائی دیا۔ آس پاس کچھ اور جھونپڑا ہے۔ جنید اسے سہارا دے کر جھونپڑے کے اندر لے گیا۔ گھوڑا اور باز بھی اس کے ساتھ تھے اور بندر بوڑھے کے، ہاتھ کے اشارے چلتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔ جنید نے اندر بوڑھے کو ایک چارپائی پر لٹا دیا اور بندر ایک کھونٹی سے باندھ دیا اور بوڑھے کی چارپائی کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اور کہا۔

''بابا آپ کو یہ درد پہلے بھی اٹھا تھا؟''

''ہاں بیٹے۔ دو تین بار پہلے بھی یہ درد اٹھ چکا ہے۔'' بوڑھے نے کہا۔

''اس کی دوائیاں وغیرہ کی آپ نے بابا؟'' جنید نے پوچھا۔

''ہاں بیٹا یہاں ایک حکیم صاحب ہیں انھوں نے کچھ گولیاں دی تھیں ان سے درد ٹھیک ہوگیا تھا۔ اب تو وہ گولیاں بھی ختم ہوچکی ہیں بوڑھے نے کراہتے ہوئے کہا۔''

''آپ مجھے ان کا نام اور پتہ بتادو بابا۔ میں ابھی گولیاں لے کر آتا ہوں۔''

بوڑھے نے نام اور پتہ بتایا۔ جنید نے بے ہوش باز کو ایک طرف رکھ دیا۔ باہر گھوڑا کھڑا تھا اسے باندھ دیا اور بوڑھے کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچا۔ حکیم صاحب گھر میں ہی تھے، جنید نے بوڑھے مداری کا حال سنایا اور درد کی بات انھیں بتائی اور دوا مانگی۔

(جاری...)

■

ماخذ: بے زبان ساتھی، **مصنف:** وکیل نجیب، **سنہ اشاعت:** چوتھی طباعت 2014، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی قسط

اردو زبان کا جادو

پیارے دوستو! 'بچوں کی دنیا' آپ سب کا اپنا رسالہ ہے اور ہماری کوشش رہتی ہے کہ رسالے میں زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور کارآمد تحریریں شائع کی جائیں۔ اِس رسالے کی اشاعت کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی زبان اردو کو فروغ دیں اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس زبان کو سیکھیں۔ کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لیے اگر اس میں کھیل اور مزے کو شامل کرلیا جائے تو سیکھنے میں دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ اِس شمارے سے ہم اردو زبان کے لسانی کھیلوں پر مشتمل ایک سلسلہ شروع کررہے ہیں جو قومی اردو کونسل سے شائع کتاب 'اردو زبان کا جادو' سے لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ سب اس سلسلے کو پسند کریں گے۔ (ادارہ)

اِس ذہنی آزمائش کے جوابات اِسی شمارے میں آپ کو مل جائیں گے۔

(1) پہچانئے تو...

مقصد : حروف کی پہچان

ہدایت : ان تصویروں میں کچھ حروف پوشیدہ ہیں۔ انھیں ڈھونڈ نکالیے اور سامنے دیے گئے خانوں میں لکھیے۔

کھلاڑی : وقت : 4 منٹ نمبر : ایک حرف کے لیے 1

Level -1

(1) پہچانیے تو

جوابات

■

مآخذ: اردو زبان کا جادو (پارٹ 1)، ادارہ، **سنہ اشاعت:** تیسری طباعت 2009
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

چمن چمن کے پھول

مانگے بنا ملی ہیں زمانے کی نعمتیں
اب سوچتا ہوں، مانگوں میں اپنے خدا سے کیا
(اشوک)

میری ہستی گواہ ہے کہ مجھے
تو کسی وقت بھولتا ہی نہیں
(فانی)

پرپیچ و خار دار ہیں راہیں حیات کی
لیکن ہے فکر کیا کہ مرا رہنما ہے تو
کیا میری خواہشات ہیں کیا میرے وسوسے
گہرائیوں میں دل کی ہے کیا جانتا ہے تو
(طالب)

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے
بات رب پہ جو چھوڑ دیتا ہے
اس کے لطف و کرم کے کیا کہیے
لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے
(نامعلوم)

فقط خوش بیانی کے جوہر دکھا کر کوئی قوم دنیا میں ابھری نہیں ہے
عمل چھوڑ کر، صرف باتیں بنا کر کوئی قوم دنیا میں ابھری نہیں ہے
(عامر عثمانی)

آخرت میں عملِ نیک ہی کام آئیں گے
پیش ہے تجھ کو سفر، زادِ سفر پیدا کر
(امیر مینائی)

عملِ نیک ہے وہ تخم کہ پھلتا ہے سدا
اسی دانے کو جو دانا ہیں وہ بو جاتے ہیں
(حمید لکھنوی)

جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ
(اکبر)

وہ چال چل کہ عمر خوشی سے کٹے تری
وہ کام کر کہ یاد تجھے سب کیا کریں
(نامعلوم)

تجھے کام کرنا ہے اے مردکار
نہیں اس کے پھل پر تجھے اختیار
کیے جا عمل اور نہ ڈھونڈ اس کا پھل
عمل کر عمل کر نہ ہو بے عمل
(نامعلوم)

وعدوں سے یہ دنیا چل نہیں سکتی
زمانہ کہہ رہا ہے عمل کی بھی ضرورت ہے
(نامعلوم)

جب تلیں گے عمل سب کے میزان پر
تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے
(نامعلوم)

عورت:

ہمیشہ ایک جیسا کوئی بھی موسم نہیں ہوتا
بتاؤ کون ہے وہ جس کو کوئی غم نہیں ہوتا
(سعد رحمانی)

خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتی ہے شہنائیاں وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں
(نامعلوم)

■

ماخذ: لفظ لفظ خوشبو، **مرتب:** فیض احمد فیاض، **ناشر:** مکتبہ الغزالی، مدینہ چوک، گاؤکدل، سرینگر

فاضلہ الفت بنت شفیق الرحمن

میری امی جان

میں ابھی رضائی میں گرمی کا مزا لے ہی رہی تھی کہ ایک آواز آئی بیٹا اٹھو... بیٹا اٹھو۔ یہ میٹھی میٹھی آوازیں میرے کانوں میں گئیں لیکن پھر بھی اٹھنے کا من نہ کیا اور میں ویسے ہی رضائی میں پڑی رہی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد کسی کے گانے کی آواز آئی:

اٹھو لعل اب آنکھیں کھولو
پانی لائی ہوں منھ دھولو

میں نے آنکھیں تو کھول دیں مگر پھر بھی بستر نہ چھوڑ سکی اور پھر میں آنکھ بند کر کے اپنے خواب میں چلی گئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک آواز آئی:

لختِ جگر نورِ نظر اب تو بستر چھوڑ دے میرے لعل

پھر میں نے آنکھیں کھول ہی دیں اور دیکھا تو یہ میری امی جان تھیں۔ جو صبح 5 ربجے سے کام کاج میں لگی ہوئی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ ہم لوگوں کو بھی اٹھا رہی تھیں اور دوڑ دوڑ کر کام بھی کر رہی تھیں اور یہ سوچ رہی تھیں کہ.......... کچن میں چائے ابل رہی ہے، ادھر ان لوگوں کو اٹھانا ہے، اور ٹفن بھی تیار کرنا ہے، ادھر واشنگ مشین بھی چلا رہی ہوں کیسے میں سب ایک ساتھ کروں۔ میری ایک چھوٹی بہن ہے فاطمہ جو تقریباً 2-3 سال کی ہے وہ بھی ان سب کاموں میں رو رو کر اضافہ کر رہی تھی۔ میں نے بھی بستر چھوڑ ہی دیا۔ لیکن میری دو چھوٹی بہنیں ابھی نہیں اٹھی تھیں۔ میں تو خیر برش کر کے آ گئی لیکن ابھی تک وہ دونوں کو نظمیں سنا سنا کر اٹھا رہی تھیں:

صبح صبح جب چڑیا بولی میری ماں بھی مجھے جگاتی

تھوڑا سونے کو جی کرتا ابھی نہ اٹھنے کا من کرتا

اتنے میں وہ سب بھی برش کر کے آ گئیں۔ ہم سب ناشتے کے لیے بیٹھ گئے اور امی جان بستر صحیح کر کے ہم سب کے لیے چائے لے آئیں۔ تبھی میری چھوٹی بہن عائشہ جو کہ فاطمہ سے بڑی ہے اس نے کہا: ”امی جان! میری لیے ابو جان کل ٹوسٹ لائے تھے؟“ امی جان نے کہا: ”ہاں لائے تو تھے مگر میں نے کہاں رکھا ہے مجھے یاد نہیں ہے۔ ہاں شاید نعمت خانے میں ہوگا۔ تم چائے پیو میں لاتی ہوں۔“ اس کے بعد میری چھوٹی بہن فرحت جو کہ عائشہ سے بڑی ہے اس نے امی سے پوچھا: ”کل ہم نے ناشتے میں پارلے جی بسکٹ کھایا تھا کیا وہ آج بچا ہے؟“ امی جان نے کہا: ”بچایا تو تھا تمھارے لیے۔ دیکھو میز پر ہوگا۔“ پھر میری باری آئی تو میں نے کہا: ”میرا ففٹی ففٹی بسکٹ کہاں ہے؟“ تو انہوں نے کہا ”اچھا رکو! ابو جان کے تھیلے میں ہوگا میں لاتی ہوں۔“ اس طرح ہم نے ناشتہ کر لیا اور تھوڑا ٹہلنے کے لیے برآمدے میں آ گئے۔ اس کے بعد امی نے کہا: ”اب تم لوگ یونیفارم پہن لو۔“ دس سے بیس منٹ میں ہم سب تیار ہو جاتے ہیں اور امی جان کہتی رہتی ہیں کہ اپنا ٹفن رکھ لو، باٹل رکھ لو۔ لیکن پھر بھی کسی کا کچھ نا کچھ چھوٹ ہی جاتا ہے اور امی کہتی رہتی ہیں کہ دعا پڑھ لو۔ اور جس دن نہیں پڑھتے ہیں ان کو پتہ چل جاتا ہے۔ پھر سامنے آتا ہے اسکول پہنچانے کا مسئلہ۔ میں فرحت سے کہتی ہوں: ”دیکھو! اگر ابو جان کو اپنے کام سے فرصت مل گئی ہو تو پوچھو کہ کیا وہ ہمیں اسکول پہنچا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو عباد چچا کو دیکھ لو۔“ پھر ہم کسی طرح اسکول پہنچ جاتے ہیں۔

چھٹی ہونے کے بعد گھر پہنچتے ہیں تو پھر زینہ پر شور مچاتے ہوئے ”امی جان السلام علیکم... ہم لوگ آ گئے ہم لوگ آ گئے۔“ پھر امی جان بھی ہماری آواز سن کر اپنا کام چھوڑ کر ہمارے لیے زینہ پر آ جاتی ہیں اور پھر ہم اپنے کمرے میں امی کے ساتھ ساتھ جاتے ہیں اور پھر امی کہتی رہتی ہیں کہ ”بیٹا جلدی سے یونیفارم بدلو“ اور پھر ہم یونیفارم پہنے ہوئے لیٹ جاتے ہیں پھر کسی طرح بدلتے ہیں اور ہاتھ منہ دھو کر کھانے کے لیے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پھر کھانے میں نخرے کرتے ہیں کہ: ”آپ نے سبزی کیوں سادی بنائی مرچ کہاں ہے؟“ ”امی آپ نے میرے لیے سلاد کیوں نہیں بنائی۔ امی آپ نے دال کیوں نہیں مکس کی۔ امی آپ صرف دسترخوان پر انہی لوگوں کو دیکھ رہی ہیں مجھے تو نہ آپ نے پانی دیا اور نہ ہی میری پلیٹ میں سبزی اور دال ڈالی۔“ یہ میں تھی۔

پھر کسی طرح کھانا کھا کر تھوڑا لیٹ گئے۔ اتنے میں عصر کی اذان ہو گئی۔ امی آئیں اور بولیں: ”جو میری لخت جگر ہے وہ سب سے پہلے وضو بنائے گی۔“ اور اس مقابلہ کے لئے ہم سب اٹھ جاتے ہیں۔ ہم سب دوڑ کر جاتے اور نماز کے بعد ہم سب چائے کا مزہ لیتے اور پھر ٹیوشن کے لیے چلے جاتے ہیں۔ ٹیوشن بھی ہماری اپی ہی کراتی ہیں۔ اس لیے ہم جب چاہتے ہیں ان سے جا کر پوچھ لیتے ہیں۔ ٹیوشن کے بعد امی کے کچھ کاموں میں ہاتھ بٹاتے ہیں اور پھر اسکول بیگ چیک کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ میں اپنا اسکول بیگ چیک کرتی ہوں کہ کہیں عمرانہ میم نے میتھس میں ٹیسٹ کے لیے تو نہیں کہا تھا یا زیبا میم نے آرٹ بنانے کے لیے تو نہیں دیا تھا۔ فوراً میں آرٹ لے کر بیٹھ جاتی ہوں۔ اس میں بھی امی سے پوچھ تاچھ کرتی رہتی ہوں کہ یہ والا کلر زیادہ اچھا ہے اور پھر پورا کر کے ہی اٹھتی ہوں۔ اس کے بعد امی کہتی رہتی ہیں کہ فرحت ذرا تم جوتا پالش کر دو اور عائشہ تم باٹل بھر دو اور مجھ سے کہتی ہیں کہ تم

تھوڑا برتن کچن میں پہنچا دو۔ ہم لوگ امی جان سے پوچھتے رہتے ہیں کہ کوئی اور کام تو نہیں ہے؟ اور امی کہتی ہیں کہ تم لوگ صرف پڑھو کام کرنے کے لیے تو ابھی پوری زندگی پڑی ہے۔ اور ہمیں صرف اسکول کا ہی نہیں پڑھاتیں بلکہ بچوں کی دنیا جیسی کتابیں اور جنرل نالج وغیرہ بھی پڑھنے کو کہتی ہیں۔ اس طرح وہ ہمیں اپنے پاس بیٹھا کر پڑھاتیں۔ اتنے میں 10 بج جاتے اور ابو جان کے آنے کا وقت ہو جاتا اور جیسے ہی ہم لوگ ابو جان کی گاڑی کی آواز سنتے ہم لوگ زینہ سے دوڑتے بھاگتے، کودتے پھاندتے فاطمہ کو گود میں لے کر زور سے چلاتے ہوئے کہتے بابا جانی آگئے۔ بابا جانی آگئے۔ اور ہم سب ابو جان سے جا کر لپٹ جاتے۔ کوئی ان کے ہاتھ سے تھیلا پکڑتا تو کوئی دروازہ بند کرتا اور ابو جان دادا سے ملنے کے بعد ہم سب کے ساتھ اوپر آتے۔ امی جان بھی زینہ پر کھڑی رہتیں اور ہم سب کمرے میں جاتے اور دن بھر کی باتیں کرتے اور پھر دسترخوان لگتا اور کھانا کھانے کے بعد ہم سب رضائی میں اکٹھا ہوتے سوائے امی جان کے۔ وہ ہمارے لیے امرود پکا کر لاتی تھیں۔ ہم سب امرود کھاتے اور برش کرتے۔ اس کے بعد امی جان ہم سب کو لوری سنا کر سلاتیں۔ ہم سب تو سو جاتے مگر امی ابھی بھی اپنے کاموں میں مصروف رہتیں اور جب تک وہ بستر میں آتیں بارہ بج جاتے تھے۔

صحیح بات ہے کہ مائیں واقعی کام کرنے سے تھکتی نہیں ہیں مگر ہم سب کی بھی ذمہ داری ہے کہ ہر کام میں ان کا ہاتھ بٹائیں اور ان کی مدد کریں۔

■

Fazela Ulfat D/o Mr. Shafeequr Rahman
Class- 7 'B' ,Sir Iqbal Public Jr High School
Faheem Manzil, Domanpura,
Maunath Bhanjan- 275101(U.P)

انشرابی فاروق بیگ

اقوالِ زریں

1۔ کسی انسان کی نرمی اس کی کمزوری کو ظاہر نہیں کرتی کیونکہ پانی سے نرم کوئی چیز نہیں ہے لیکن پانی کی طاقت چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔

2۔ جب تمھاری مشکلات حد سے بڑھنے لگیں تو سمجھ لو کہ اوپر والا تمھیں کوئی بلند مقام دینے والا ہے۔

3۔ اچھے کے ساتھ اچھے رہو لیکن برے کے لیے برے مت بنو کیونکہ تم پانی سے خون صاف کر سکتے ہو لیکن خون سے خون نہیں۔

4۔ اگر انسان کو تکبر کے بارے میں خدا کی ناراضگی اور سزا کا علم ہو جائے تو انسان صرف فقیروں اور غریبوں سے ملے۔

5۔ کوئی تمھارا دل دکھائے تو ناراض مت ہونا کیونکہ قدرت کا قانون ہے جس درخت کا پھل زیادہ میٹھا ہوتا ہے لوگ پتھر بھی اسی کو مارتے ہیں۔

6۔ کامیابی کو دماغ میں اور ناکامی کو دل میں جگہ مت دو کیونکہ کامیابی دماغ میں تکبر اور ناکامی دل میں مایوسی پیدا کرتی ہے۔

7۔ اگر لوگوں کو عزت دینا اور معاف کرنا تمھاری کمزوری ہے تو تم دنیا کے سب سے زیادہ طاقتور انسان ہو۔

8۔ جس سے محبت کی جائے اس سے مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ کسی کو پا لینا محبت نہیں بلکہ کسی کے دل میں جگہ بنا لینا محبت ہے۔

9۔ دو اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب کبھی تولا نہیں جا سکتا: (1) معافی اور (2) انصاف کرنا

10۔ جو شخص سجدوں میں روتا ہے اسے تقدیر پر رونا نہیں پڑتا۔

11۔ ہمیشہ سچ بولو تاکہ تمھیں قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔

■

Insherabi Farooque Beg
Class: IX, Al-Hasanat Urdu High Shool
Rasulpur, Taulluqa Raweer, (Maharashtra)

آپ کا دماغ کتنا تیز ہے؟

دوستو! یہ دونوں تصویریں دیکھنے میں تو ایک جیسی لگتی ہیں لیکن تصویروں کی نقل بنانے والے سے ایک دو نہیں بلکہ دس غلطیاں ہو گئی ہیں۔ کیا آپ ان غلطیوں کو تلاش کر سکتے ہیں؟ 10 منٹ میں اگر آپ نے تمام غلطیاں تلاش کر لیں تو سمجھیے کہ واقعی آپ کا دماغ بہت تیز ہے۔

■ جوابات اسی شمارے میں تلاش کریں

ہنسی کے غبارے

ننھے فنکار

پاگل خانے کا نیا داروغہ پاگلوں کے ساتھ باغ میں ٹہل رہا تھا۔ ایک پاگل نے بڑی محبت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا، ”ہم آپ کی بے حد قدر کرتے ہیں۔“

داروغہ نے خوش ہو کر پوچھا: ”وہ کیوں؟“

پاگل نے جواب دیا: ”اِس لیے کہ آپ بالکل ہمارے جیسے ہی معلوم ہوتے ہیں۔“

ایک آدمی ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہنے لگا: ”آپ گھر جا کر دیکھنے کی کتنی فیس لیتے ہیں؟“

ڈاکٹر نے جواب دیا: ”100 روپے۔“

اس شخص نے کہا: ”تو پھر جلدی کریں میری بیوی گھبرا رہی ہوگی۔“

ڈاکٹر نے جلدی سے ضروری سامان لیا اور اس آدمی کو کار میں بیٹھا کر چل پڑا۔ ایک دروازے کے قریب جا کر اس شخص نے کار رکوالی اور کہا: ”یہ لیجیے 100 روپے۔“

ڈاکٹر نے پوچھا: ”کیا آپ مریضہ کو نہیں دکھائیں گے۔“

آدمی نے جواب دیا: ”دراصل میری بیوی بیمار نہیں تھی۔ بات یہ تھی کہ کوئی بھی ٹیکسی والا 200 روپے سے کم میں مجھے یہاں لانے کو تیار نہیں تھا۔“

ایک بچہ بہت شرارتی تھا۔ وہ ہمیشہ پڑوسی کے کتے کو چھیڑتا رہتا تھا۔ ایک دن پڑوسی نے تنگ آ کر بچے کو ڈراتے ہوئے کہا، ”اگر اب تم نے میرے کتے کی ٹانگ مروڑی، تو میں تمھاری ٹانگ مروڑوں گا۔ اگر تم نے میرے کتے کی گردن دبائی تو میں تمھاری گردن دباؤں گا۔“

بچے نے معصومیت سے کہا: ”انکل! اگر میں آپ کے کتے کی دم دباؤں تو پھر آپ کیا کریں گے؟“

ایک صاحب نے اپنی سالگرہ پر دوستوں کو مدعو کیا۔ دوستوں نے دیکھا کہ کیک کے بیچ میں موم بتیوں کے بجائے ایک بلب جل رہا ہے۔ دوستوں نے حیرت سے اُس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا، ”یہ میری ساٹھویں سالگرہ ہے اور یہ بلب ساٹھ واٹ کا ہے، موم بتیاں بہت مہنگی تھیں۔“

ایک شخص گھریلو جھگڑوں سے گھبرا کر ایک ہوٹل میں جا بیٹھا۔ بیرے نے آ کر پوچھا: ”صاحب! آپ کو کیا چاہیے؟“

وہ شخص بولا: ”ایک پلیٹ تلی ہوئی مچھلی اور ہمدردی کے دو بول۔“

تھوڑی دیر بعد بیرے نے مچھلی کی پلیٹ لا کر میز پر رکھی اور پھر اُس شخص کے کان میں کہا: ”یہ مچھلی نہ کھانا باسی ہے۔“

جونیرہ جیلانی

ایماندار لکڑہارا

کسی گاؤں میں ایک غریب لکڑہارا رہتا تھا۔وہ روزانہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر انھیں بیچتا اور اپنے گھر کا گزارا کرتا تھا۔

ایک دن لکڑہارا لکڑیاں کاٹنے جنگل گیا اور درختوں سے لکڑیاں کاٹنے لگا۔ قریب میں ایک ندی تھی۔ اچانک لکڑہارے کے ہاتھوں سے کلہاڑی ندی میں جا گری۔لکڑہارا پریشان ہوگیا اور یہ سوچ کر رونے لگا کہ اب میں کیا کروں؟

اچانک ایک پری ندی میں سے نمودار ہوئی اور پری نے اس کی پریشانی کی وجہ پوچھی۔لکڑہارے نے سارا حال سنایا، تب پری مسکرائی اور لکڑہارے کو ایک سونے کی کلہاڑی دی،مگر لکڑہارے نے اس سونے کی کلہاڑی کو لینے سے انکار کر دیا اور کہا یہ کلہاڑی میری نہیں ہے۔

پھر پری نے لکڑہارے کو چاندی کی کلہاڑی دی۔تب پھر لکڑہارے نے اس کلہاڑی کو لینے سے انکار کر دیا اور کہا ”مجھے تو صرف میری ہی کلہاڑی چاہیے۔“

پری لکڑہارے کی ایمانداری کو دیکھ کر خوش ہوئی اور اس کی کلہاڑی دے دی۔ساتھ میں سونے اور چاندی کی کلہاڑی بھی لکڑہارے کو دے دی۔لکڑہارا خوشی خوشی اپنے گھر چلا گیا۔ سچ ہے۔ایمانداری سب سے بڑی دولت ہے۔

■

Junera Jeelani Makandar
Class: VI, Sarkari Urdu Higher Primary
Madarsa, No: 2
Bailhongal (Karnataka)

روہت پرشاد

امی

وہ میری ماں ہے
میں گود میں کھیل رہا ہوں
میں انگلیوں کو پکڑ رہا ہوں
میں ان کی آنکھوں میں دیکھ رہا ہوں
جن میں خاموش سا سمندر ہے
ممتا کا
شفقت کا
محبت کا
ایثار اور قربانی کا
میں نے تمہیں دنیا میں پایا ہے،
وہ میری ماں ہے
میرے مستقبل کا سہارا
مجھ کو پرواہ نہیں ہے
آندھیوں کی
طوفانوں کی
جب تک دعائیں ہیں ان کی میرے ساتھ
وہ میری ماں ہے
ان کی نیک تمنائیں ہیں میرے ساتھ
ممتا کا سایہ رہے دیر تک
اور میں بچپن میں جیتا رہوں

■

Rohit Parshad
S S Road
Relop Dopera, Asansol
Distt: West Bardhaman - 713302 (WB)

جوابات

اردو زبان کا جادو

(1)	ل	(2)	ص	(3)	ث	(4)	ب	(5)	و
(6)	ق	(7)	ر	(8)	ک	(9)	ی	(10)	ء

ننھے فنکار

ولیہ صدف شمشیر خان، درجہ: ہشتم
ضلع پریشد اردو اسکول نیم گاؤں، ناندورہ، بلڈانہ، مہاراشٹر

مومن عرشیہ ناز مختار احمد، درجہ: پنجم، ایم ایم سی اردو اسکول نمبر 78، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر

عفت ایمن بنت ابوالفضل قاضی، یونین ادو ہائی اسکول
درجہ: نہم، کستور بانگر، سرسی، شمالی کنا ڈا، کرناٹک

انیسہ عمر صاحب بیپاری، درجہ ششم
جی یو ایچ پی ایس نمبر 2، بیل ہونگل، کرناٹک

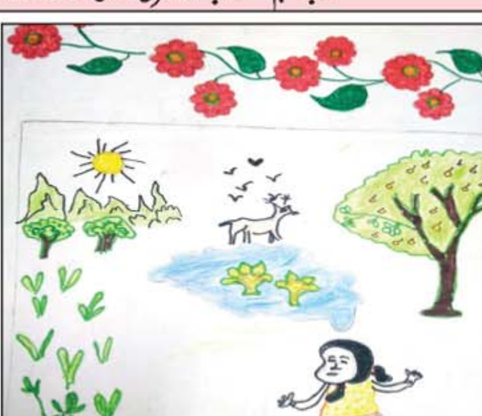

جویریہ مسکان جابر خان، اردو ڈیجیٹل اسکول گرہ
چاندور بازار، ضلع امراؤتی، مہاراشٹر

صمیہ صب محمد وسیم راجہ، درجہ: ہفتم، ضلع پریشد اردو اسکول نیم گاؤں، ناندورہ، مہاراشٹر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

عروض آہنگ اور بیان

مصنف: شمس الرحمٰن فاروقی

صفحات: 295

قیمت: 137 روپے

آہنگ اور عروض

مصنف: کمال احمد صدیقی

صفحات: 357

قیمت: 125 روپے

اردو لسانیات

مصنف: علی رفاد فتیحی

صفحات: 252

قیمت: 110 روپے

معالجات (جلد اوّل، دوم، سوم، چہارم)

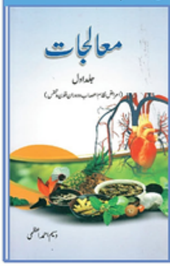

مصنف: وسیم احمد اعظمی

صفحات: 526 (جلد اوّل)، 737 (دوم)

578 (جلد سوم)، 434 (جلد چہارم)

قیمت: 650 روپے (مکمل سیٹ)

اقتصادیات برائے عوام

مصنف: سید اطہر رضا بلگرامی

صفحات: 142

قیمت: 70 روپے

صحت الفاظ

مصنف: سید بدر الحسن

صفحات: 253

قیمت: 83 روپے

تدریس تاریخ

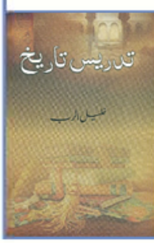

مصنف: خلیل الرب

صفحات: 272

قیمت: 110 روپے

انارکلی

مصنف: سید امتیاز علی تاج

مقدمہ: محمد شاہد حسین

صفحات: 143

قیمت: 90 روپے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066

فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

BACHON KI DUNIYA Monthly, July 2019, Vol. 07, Issue: 07
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2019-21
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/06/19
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دل چسپ کتابیں

صفحات:112، قیمت:25 روپے

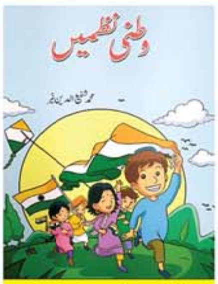

صفحات:54، قیمت:25 روپے

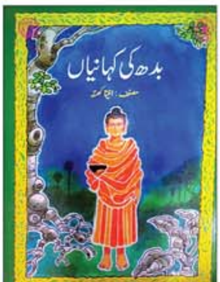

صفحات: 80، قیمت: 65 روپے

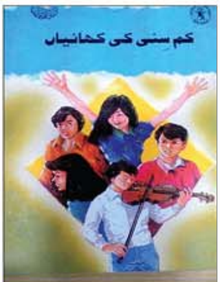

صفحات:80، قیمت:35 روپے

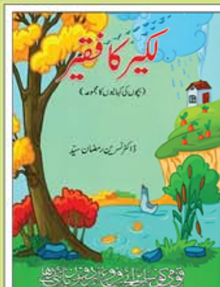

صفحات:131، قیمت:30 روپے

صفحات:61، قیمت:20 روپے

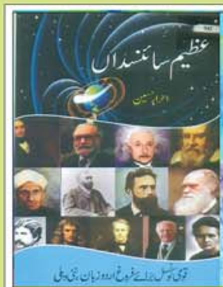

صفحات: 63، قیمت:16 روپے

صفحات:114، قیمت:28 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون:011-26109746، فیکس:011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Aquil Ahmad, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.